



LW/NP - 184

RIZWAN

R.N. 2416 /57

172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226 018

Ph. 270406



جس میں وہ روایات ہیں جو فضائل اعمال، اخلاق و تہذیب اور زندگی کے روزمرہ حکما کو مسائل سے تعلق رکھتی ہیں

مقدمہ

علامہ سید سلیمان ندوی



یہ کتاب

بہترین مصلح مربی اور مرشد کا کام کرتی ہے
ہر عنوان کے نیچے قرآن مجید کی آیات مع ترجمہ پھر
امادیت میں ذیلی عنوانات جگہ جگہ موضوع کی ہدایت

کرتے ہیں۔ بہترین کتابت

ڈوٹو آفیسٹ کی طباعت

قیمت حصہ اول / روپے - قیمت حصہ دوم روپے

منتخب

مترجمہ امہ القاسم (مترجمہ)

مکتبہ اسلام ۱۴۲/۵۳ محمد علی لین گوئن روڈ، لکھنؤ ۲۲۶۰۱۸

بِیادگارِ حضرتِ مولانا محمد شاکانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

جو زمین کا ترجمان

ماہنامہ
لکھنؤ

جلد ہفتم
مئی ۲۰۰۶ء
شمارہ ۵

Ph. 270406

سالانہ چھپندہ
* برائے ہندوستان: ۱۰۰ روپے
* غیر ملکی ہوائی ڈاک: ۲۵ امریکی ڈالر
* فی شمارہ: ۹ روپے

ایڈیٹر: محمد حمزہ حسنی
معاونین: امانہ حسنی، میمونہ حسنی
اسٹریٹجر: سینی ندوی، حفصہ سعید حسنی ندوی

نوٹ: ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں

ماہنامہ 'رضوان' ۱۴/۵۳ - محمد علی لین، گون روڈ، لکھنؤ ۲۲۶۰۱۸

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے، مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کے لئے نظامی آفٹ پریس پبلیشرز رضوان، محمد علی لین سے شائع کیا

اپنی بہنوں سے
مددیں

گھر میں سدھار کیسے ہو یہ سوال اس وقت ہر طرف ہو رہا ہے کسی بھی قوم کے لیے یہ بڑے نقصان کی بات ہے کہ اس کے گھریلو معاملات بگڑ جائیں کیونکہ قوم سڑکوں یا بازاروں میں نہیں بنتی اور نہ بڑے بڑے جلسوں اور کانفرنسوں میں اس کی ذہنی و قلبی تشکیل ہوتی ہے یہ جلسے دراصل ایک قوت بخش ٹانگ کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن ٹانگ بھی اسی کو فائدہ پہنچاتا ہے جو صحت مند ہو، صحیح گھریلو تربیت اور ماحول ہی وہ اصل شے ہے جو کسی بھی انسان کو کندن بناتا ہے اور گھریلو ماحول بہتر نہیں ہے تو آپ باہر سے کچھ نہیں کر سکتے۔ جو آدمی فساد خون کا شکار ہو اس کے اوپری بدن پر کسی مہم کے لگانے سے اس کو صحت نصیب نہیں ہوگی۔ علاج فساد خون کا ہی کرنا ہوگا۔ اسی طرح ہم کو سب سے پہلے اس کی فکر کرنا چاہیے کہ ہمارے گھر مغربیت، فیشن پرستی اور لادینی اثرات سے پاک ہوں، ہم اگر اپنے گھروں میں ریڈیو پر گلے سننے ہیں، ٹیلی ویژن پر نشر ہونے والے ہر طرح کے پروگرام دیکھتے ہیں اور اپنے بچوں کو مغربی تعلیم دلاتے ہیں ان کی دینی تعلیم کی فکر نہیں کرتے تو پھر ہم یہ امید کس طرح کر سکتے ہیں کہ آنے والی نسل بہترین مسلمان اور مفید انسان بن سکے گی اور کس طرح ہمارا گھر پاک و صفیا رہ سکے گا اور کس طرح ہمارے بچوں کو ماؤں کی وہ گود مل سکے گی جس میں پل کر امام حسن بصری، سفیان ثوری، امام بخاری، امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اولیٰ تعداد علماء و شہداء اور مجاہدین تیار ہو سکے۔

جو ماحول اس وقت ہمارے گھروں کا ہے اس کے نتیجے میں تو فلمی اداکارناچنے گلنے والے اور بازاری قسم کے لوگ برحالت کو نصیب ہو سکتے ہیں اس لیے ہم کو سب سے پہلے اپنے گھروں کی اصلاح کی فکر کرنا چاہیے اور ایک طوفان بلاخیز جو اپنے جلو میں برائیوں اور فساد کی آگ لیے ہوئے ہے اور ہمارا معاشرہ جس کی زد میں ہے اس کو روکنے کے لیے پوری تندہی کے ساتھ میدان میں آنا چاہیے ورنہ اگر ہم اسی طرح خواب خرگوش کے خوابے رہتے رہے تو خدا نخواستہ وہ وقت جلد ہی آجائے گا کہ ہماری یہ ملی بستی اپنا اسلامی وجود اور تشخص کھو بیٹھے گی اور ہم ان تمام نعمتوں سے محروم ہو جائیں گے جو اللہ تعالیٰ نے ہم کو عطا فرمائی ہیں۔

۳	مدیر	اپنی بہنوں سے
۴	امتہ اشدائیم	حدیث کی روشنی
۶	پروفیسر محمد سرور شفقت	محمد بحیثیت سپہ سالار اعظم
۱۰	مفتی حکیم محمد عارف	نبی کا لباس اسلامی ثقافت کا آئینہ دار
۱۶	محمد سلیم خاں رائے بریلوی	شکر کے بچے
۱۹	مشتاق الرحمان عثمانی	استاد کی حیثیت اور کردار
۲۱	حکیم محمد سعید شہید	رحمت عالم بحیثیت سربراہ ملت
۲۵	محمد نفیس خاں رائے بریلوی	ماں
۲۷	مولانا اشرف علی تھانوی	ہر مسلمان کو دن رات کس طرح گزارنا چاہیے
۳۰	محمد ارشد امان اشد	میڈیکل ذریعے اسلامی دعوت
۳۳	علی ارشد صاحب فیصل آباد	ایک نظر و اوڈیو بہرہ فرقتہ پر
۳۶	مفتی راشد حسین ندوی	سوال جواب
۳۷	منزاسما حسین	اللہ کی نعمتیں چقدر

مزدخ غریب مسلمانوں کی فضیلت

وَاصْبِرْ لِنَفْسِكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَقْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ

(کشف ۴۷)

اپنے نفس لوگوں کے ساتھ روکو جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں اور اس کی رضا چاہتے ہیں اور تمہاری آنکھیں ان سے نہ پھریں۔

دوزخ اور جنت کے لوگوں کا فرق

حضرت عارف بن دہب سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کیا میں تم کو جنت والوں کی خبر دوں، ہرگز وہ جو کبھی سمجھا جاتا ہے اگر اللہ بڑے رحم کرنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم پوری کرتا

مسلمانوں کے فراق میں ہے اگر یہ پیام دے تو رد کر دیا جائے سفارش کرنے تو قبول نہ کی جائے اور بات کہے تو سنی نہ جائے۔ آپ نے فرمایا پہلے جیسے زمین بھرے بہتر ہے یہ۔ (بخاری مسلم)

جنت دوزخ کی آبادی

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت اور دوزخ میں جھگڑا ہوا۔ دوزخ نے کہا مجھ میں سرکش اور مغرور ہیں۔ جنت نے کہا مجھ میں مسکین اور کمزور لوگ ہیں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ کیا۔ فرمایا جنت تو میری رحمت ہے تیرے ذریعہ میں جس پر چاہوں گا رحم کروں گا اور تم دونوں کا بھرنامیرے ذمہ ہے۔ (مسلم)

دنیا میں دینی اللہ کے یہاں بے وزن

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ہونا لانا تڑنگا آدمی آئے گا اور اس کا وزن اللہ کے نزدیک ایک مچھر

کے پر کے برابر ہو گا۔ (بخاری مسلم) ایک غریب حبشی کا خیال

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک حبشی عورت مسجد کی صفائی میں رہتی تھی یا جو ان مرد تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ دیکھا تو لوگوں سے اس کے متعلق سوال کیا۔ لوگوں نے کہا اس کا انتقال ہو گیا، آپ نے فرمایا تم نے مجھے خبر کیوں نہ کی، گویا انھوں نے اس کو حقیر سمجھا۔ آپ نے فرمایا مجھے اس کی قبر بتلاؤ۔ لوگوں نے پتہ دیا تو آپ نے اس پر نماز پڑھی پھر فرمایا یہ قبریں اپنے رہنے والوں پر تار کی سے بھری رہتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو میری نماز کی وجہ سے روشن کر دیتا ہے۔ (بخاری مسلم)

اکثر جنتی

حضرت اسامہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا اس میں اکثر داخل ہونے والے مسکین تھے اور دولت مند روک لیے گئے تھے لیکن دوزخ والوں کو آگ

کا حکم دیا گیا میں دوزخ کے دروازے پر کھڑا ہوا تو اکثر اس میں داخل ہونے والی عورتیں تھیں۔ (بخاری مسلم)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گوارہ میں تین ہی گئے گفتگو کی حضرت عیسیٰ بن مریم نے اور اس بچہ نے جس کو حج کی طرف منسوب کرتے تھے اور حج کا قصہ یہ ہے کہ وہ ایک عابد آدمی تھے انھوں نے ایک عبادت گاہ بنا رکھی تھی اس میں رہا کرتے تھے ایک دن ان کی ماں آئیں وہ نماز پڑھ رہے تھے انھوں نے ان کو آواز دی۔ حج نے کہا ہاں پروردگار کیا کروں ماں کو جواب دوں یا کہ نماز پڑھوں؟ وہ نماز پڑھتے ہی رہے ماں چلی گئیں۔ دو سو روز پھر آئیں اور آواز دی وہ پھر نماز میں تھے انھوں نے کہا ہاں پروردگار ماں اور نماز کا مقابلہ ہے؟ وہ پھر نماز پڑھتے رہے۔ ماں نے کہا اللہ اس وقت تک اس کو نہ مارے جب تک یہ بڑی عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے۔

ایک دن نبی اسرائیل حج اور ان کی عبادت کا ذکر کر رہے تھے۔ ایک عورت نے کہا جس کی خوبصورتی ضرب المثل تھی کہ اگر تم کہو تو میں ان کو قلعہ میں ڈال دوں؟ وہ ان کے پاس آئی، انھوں نے التفات نہ کیا وہ ایک چرواہے کے پاس گئی جو حج کی عبادت گاہ میں رات کو رہا کرتا تھا وہ ملوث ہوا۔ جب اس کے لڑکا ہوا تو کہا یہ حج کا لڑکا ہے لوگ حج کے پاس آئے اور ان کو اس عبادت گاہ پر سے اتارا اور اس کو منہدم کر دیا اور ان کو مارنا شروع کیا انھوں نے کہا آخر کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا تم نے گناہ کیا۔ انھوں نے کہا بچہ کہاں ہے؟ لوگ اس کو لائے۔ انھوں نے کہا اچھا مجھے نماز پڑھ لینے دو انھوں نے نماز پڑھی۔ نماز پڑھنے کے بعد بچہ کے پاس آئے اور اس کے پیٹ میں انگلی ماری اور کہا اب بچے تیرا باپ کون ہے بچے نے کہا فلا نا چرواہا ہے جس پھر کیا تھا لوگوں نے حج کے ہاتھ پاؤں چومنے شروع کیے اور تبرکات ان پر ہاتھ پھیرنے لگے اور کہنے لگے ہم تمہاری عبادت گاہ سونے کی (باقی صفحہ ۱۵ پر)

جوں جوں وقت گذرتا جا رہا ہے اور جنگی تدبیرات کے نئے نئے اسلوب، اصول، اور جائزے ہمارے سامنے آتے جا رہے ہیں۔ رسول مقبول ﷺ کے مددگار فیصلے ہر زاویہ کے ساتھ ٹکھ کر ہمارے سامنے آتے جا رہے ہیں اور عقل و دانش حضور اکرم ﷺ کے ایک ایک فیصلے پر عش عش کر اٹھی ہے، آپ ﷺ نے مختلف غزوات میں اور اپنی مجاہدانہ زندگی کے دوران جتنے بڑے مواقع، بڑے جتے، مناسب اور جنگی تدابیر کے لحاظ سے موزوں ترین فیصلے صادر فرمائے، آج کے جدید اسلوب جنگ ان کی مکمل تائید کرتے ہیں۔

سالار اعظم ﷺ ہر جنگ میں دشمن کے لیے کوئی نہ کوئی غیر متوقع چیز پیدا کر دیتے تھے۔ بدر میں صفوں کی ترتیب، احد میں میدان جنگ کا چننا، احزاب میں خندق کی کھدائی، غزوہ طائف میں منجیق اور دہلیہ کا استعمال کر کے دشمنوں پر کاری ضرب لگائی۔ دشمن کی نقل و حمل اور عزم و ارادہ کی مسلسل خبر گیری اور خبر رسانی کے لیے جاسوس دستے (Racky Squadron) مقرر کیے۔

سالار اعظم میدان جنگ میں ایک ایسے جرنیل کی حیثیت سے نظر آتے ہیں جو سپہ سالار ہونے کے باوجود سپاہیوں کے دوش بدوش جنگ میں بھر پور حصہ لیتے ہیں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ”جب میدان کار زار گرم ہوتا تو کوارس تیزی سے آپس میں ٹکراتیں، ڈھالیں موسم خزاں کے پتوں کی مانند جھڑتی نظر آتیں، کشت و خون کا بازار گرم ہو جاتا، لڑائی اپنے عروج کو پہنچ جاتی اور لاشوں کے انبار لگ جاتے تو ایسے میں حضور اکرم ﷺ، رہبر انسانیت، محسن کامل، رحمۃ اللعالمین میدان جنگ کے اس حصے میں مجاہدین صف شکن کے ساتھ سر بھٹ نظر آتے، جہاں لڑائی کا زیادہ زور ہوتا۔ اس پر خطر مقام پر آپ ﷺ اس قدر بے نیازی سے نبرہ دے رہے تھے کہ ہم آپ ﷺ کی ڈھال کے نیچے پناہ لیتے تھے۔

ناکہ بندی (Blockade) جدید دور کی ایک عظیم جنگی چال ہے جس کے ذریعے غنیمت کے تمام ٹکڑے کے راستے بند کر دیے جاتے ہیں اور اسے سامان رسد اور اسلحہ جنگ سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ کو مرکز بنا کر سالار اعظم ﷺ نے مکہ کی ناکہ بندی کر کے قریش کی تجارت کو خطرے میں ڈال دیا کیونکہ قریش کے تمام تجارتی قافلے مدینہ سے ہو کر گذرتے تھے۔

جنگ کے دوران غنیہ کلمات (Cord Words) کا استعمال کیا کیونکہ مسلمان اور مشرکین شکل و شبہت، خدو خال، قیافہ، اسلحہ، بندی، تنظیم اور زبان وغیرہ کے اعتبار سے مشابہت رکھتے تھے۔ اس لیے غزوہ بدر میں، ”احد احد“ اور ”غزوہ احد میں“ ”امت امت“ کے الفاظ شعاع، شناخت اور تعارف کے لیے استعمال کیے گئے تاکہ حملے کے وقت دوست دشمن میں امتیاز کیا جاسکے۔

جنگ بدر میں اس انداز سے صف بندی کی کہ دو، دو، تین تین یا ضرورت کے مطابق اس سے زیادہ صفیں بنوائیں۔ اگلی صفوں کو نیزوں سے مسلح فرمایا تاکہ وہ سواروں کا حمہ روک سکیں اور پچھلی صفوں کو تیروں سے تاکہ وہ پیچھے سے نشانہ لے کر دشمن کی جارحانہ پیش قدمی کو روکنے میں مؤثر کردار ادا کر سکیں۔

موجودہ دور میں فائبر طیاروں کے ذریعے جو بمبار طیاروں کو تحفظ (Cover) دیا جاتا ہے تاکہ وہ آسانی سے اپنا نشانہ مار سکیں اسی اصول کا ایک عملی اطلاق ہے۔

آپ ﷺ کی صفوں کی ترتیب کو ہم آج کل اپنائے ہوئے ہیں۔ درمان میں تلوار

بردار اور نیزہ باز اور بازوؤں پر تیر انداز یعنی دور مار ہتھیار۔ پس یاد رکھیں کہ دور مار ہتھیار یعنی لائٹ مشین گن اور مشین گن کو ہمیشہ (FLANK) بازو پر لگائیں (Enfladed) کو کبھی نہ بھولیں بازوؤں کے ہتھیار ہی ایک فلیٹک سے فائر کر کے دشمن کے ریلے کو روک سکتے ہیں۔

غزوہ بدر میں آپ ﷺ کا ہیڈ کوارٹر ”عریش“ نامی ایک ٹیلہ پر تھا جہاں سے آپ میدان جنگ کی تمام کارروائی دیکھ سکتے تھے۔ فوج کو تازہ ہدایات پہنچانے کے لیے چند تیز رفتار سائڈ نیاں بھی رکھی گئی تھیں۔ جدید دور میں اوپی، I.O.P. اسکی ترقی یافتہ سورت ہے مبصر (Foo) ایک وائر لیس کے ساتھ کسی بلند درخت یا مکان کی چھت پر چڑھ کر فوج کی نقل و حرکت سے اپنے توپ خانہ کو آگاہ کرتا ہے۔ توپ خانہ اوپی کے ہدف پر گولہ باری کرتا ہے۔ اسی اصول کے پیش نظر کمانڈر کا ہیڈ کوارٹر محاذ جنگ کے قریب ہونا چاہیے۔ کو ہیما کی جنگ میں ۲۳ کور کمانڈر، لیفٹنٹ جنرل اسٹپ فورڈ اسی اصول کے پیش نظر ایک پلٹن کی اشارت لائن سے صرف پانچ سو گز کے فاصلے پر حملے کی ساری کارروائی دیکھ رہا تھا۔ گینگو پر حملے کے وقت چودھویں آرمی کا کمانڈر جنرل ولیم سلم پلٹن کی اشارت لائن سے پیچھے ایک پہاڑی کی اوٹ میں بیٹھا تھا جو وہاں سے مشکل تین سو گز تھی۔ چھوٹی سطح پر بریگیڈ

اور ڈویژن کمانڈر محاذ کے نزدیک رہ سکتے ہیں۔ لیکن یہ کارروائی اس وقت کرنی چاہیے جب جنگ فیصلہ کن مرحلہ میں داخل ہو۔

غزوہ بدر میں آپ ﷺ نے اپنی مرضی کی جگہ منتخب کی آپ ﷺ نے دشمن کو چکنی اور دلدلی زمین پر لڑنے پر مجبور کیا جہاں انہیں نقل مکانی کرنے میں سخت دشواری کا سامنا کرنا پڑا۔ وہاں جانوروں کے لیے چارہ اور پانی تک موجود نہ تھا۔ اسی قسم کے دلدلی علاقے میں روسی افواج کو پھنسا کر فیلڈ مارشل ہنڈیزگ نے ٹیمبرک کے محاذ پر تباہ و برباد کر دیا تھا۔ یہی چال چل کر ۱۹۴۰ء میں ہٹلر نے اتحادی فوجوں کو ڈنکرک سے مار بھگا دیا تھا۔ پہلے اپنے دشمن کو پچھائیں اور پھر لڑائی اپنی جتنی ہوئی جگہ پر لڑیں جائے اس کے کہ آپ دشمن کی منشاء یا خواہش (Tune) پر ناچیں، دشمن کو اپنی Tune پر نچوائیں۔

غزوہ احد میں سالار اعظم ﷺ نے اپنے تیر اندازوں کو حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ جب آپ تیر چلائیں تو ایسے زاویے سے دشمن پر تری چلائیں تاکہ جب تیر ہدف پر جا کر گرے تو اس سے چھوٹے ٹیلوں کی اوٹ میں پناہ لینے والے مشرکین بھی مسلم تیر اندازوں کا نشانہ بن سکیں۔ اسی اصول پر جدید دور کی خندقوں میں گولہ برسانے والی توپ ”ٹرنج مارٹر“ بنائی گئی ہے۔

جدید دور میں ٹینکوں سے

بچاؤ جدید دور میں ٹینکوں سے چھوٹے (AntiTank) کے لیے جو خندق کھودی جاتی ہے اس کے موجد بھی سالار اعظم ﷺ تھے۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے غزوہ خندق کے موقع پر خندق کھود کر دنیا کے حرب کا عظیم الشان اصول وضع کیا۔ روس نے جرمن افواج کے خلاف غزوہ خندق کی حکمت پر عمل کر کے جرمن افواج کو تباہ و برباد کر دیا پہلے تو جرمن افواج کو بغیر کسی مداخلت کے اندر آنے دیا۔ جب یہ افواج ایسے مقام پر پہنچیں جہاں شدید سردی تھی تو روسی افواج نے جو ابلی کارروائی کر کے جرمن افواج کو تباہ کر دیا۔ خراب حالات میں قریش مکہ کا لشکر موسم کی شدت سے گھبرا کر فرار کی راہ اختیار کرنے پر مجبور ہوا تھا۔ جس طرح سالار اعظم ﷺ نے اپنی افواج کا بیشتر حصہ بطور کمک محفوظ کر لیا تھا بالکل اسی طرح روس نے اپنی افواج کا بیشتر حصہ بطور کمک محفوظ کر لیا تھا اور جہاں کہیں جرمن افواج نے روسی حصار توڑنے کی کوشش کی تو جرمنی کو منہ کی کھانی پڑی۔ جنگ کا ایک اور پہلو بھی توجہ طلب ہے جس پر کسی اور مؤرخ نے روشنی نہیں ڈالی اس جنگ سے پہلے کفار کی جب مدینہ منورہ پر یلغار ہوئی تو اس کے کوئی ایک ماہ بعد حج کا وقت آجاتا تھا چنانچہ اگر اس ماہ تک کوئی فوج قلعہ بدرہ سکی تو اہل قریش اور باقی قبائل اپنے آپ جنگ

سے چلے جاتے کیونکہ ان سب کا زیادہ گزرا ج
 کے زمانے میں تجارت سے وصول کی ہوئی رقم
 پر تھا۔ اس لیے حضور اکرم ﷺ نے ایسا دفاع
 اختیار کیا جس پر پورے ماہ کے تاہو توڑ حملے اثر
 نہ کر سکتے تھے۔

جہاں تک دفاع کا تعلق ہے ہر دفاع
 کی ایک حد ہوتی ہے اور ہر قلعہ بند لڑائی میں
 فوج کو دشمن کے وار سنے پڑتے ہیں اور جانی
 نقصان ہوتا ہے۔

بہت کم حالات میں یہ قلعہ بند لوگ
 بچ سکتے ہیں۔ اکثر حملہ آور افواج ان قلعوں یا
 محدود دفاعی پوزیشنوں پر قبضہ کر لیتی ہیں۔
 لیکن جنگ خندق میں صرف ایک صحابی شہید
 ہوئے وہ بھی دوران جنگ نہیں بلکہ جنگ
 میں زخم کھانے کی وجہ سے جنگ کے بعد شہید
 ہوئے۔

آپ ﷺ ہر جنگ میں نئی چال چلتے
 مثلاً جنگ احد میں آپ ﷺ نے ایسی حیران
 کن کارروائی کی کہ دشمن انگشت بدنداں
 ہو گئے۔ حضور ﷺ جنگ احد میں اپنے لشکر
 کو لے کر قریش کے ایک بازو پر نمودار ہوئے۔
 قریش کے لشکر کا رخ مدینہ منورہ کی طرف تھا
 چنانچہ ان کے لشکر کا کچھ حصہ وہیں رہ گیا
 کیونکہ مدینہ کی طرف والے علاقے کی
 حفاظت ضروری تھی۔ کفار کے لشکر کا کچھ
 حصہ اس علاقے میں تھا جہاں قریشی فوج کی
 رسد، عورتیں اور دوسرا سامان تھا۔ یعنی بنی

اصحان Echlon Blogistic Area
 تھا۔ اس علاقے میں سامان کی حفاظت ضروری
 تھی۔ اب قریش کے بچے ہوئے لشکر کے
 پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ مسلمانوں
 سے ایسی حالت میں لڑیں۔ جب احد کے
 میدان کی اہم زمین (Important ground)
 پر حضرت عبد اللہ بن جبیرؓ کی
 کمان میں مسلمان تیر اندازوں کا قبضہ تھا یعنی
 دور مار ہتھیار اہم جگہ لگے ہوئے تھے۔ جنگ
 جیتنے کے لیے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ
 سپہ سالار خود اور اس کی افواج جنگی علاقے سے
 پوری طرح واقف ہوں اور ان میں نقل و حمل
 کی بہترین صلاحیت موجود ہو۔ چنگیز خان کی
 عظیم فوجی طاقت کا راز نقل و حرکت کی
 صلاحیت میں مضمر تھا۔ امیر تیمور کی کامیابی
 کی بنا بھی اس کی فوجوں کی تیز نقل و حمل کی وجہ
 سے تھی۔ "وائٹ لو" میں نیپولین کو اس کی بھاری
 فوجوں نقل و حرکت کی وجہ سے شہت ہوئی۔
 آنحضرت ﷺ حرکت پذیری کو بہت اہمیت
 دیتے تھے اور اپنی فوجوں کو ہمیشہ حرکت میں
 رکھتے تھے جنگ بدر کے موقع پر حضور ﷺ کی
 حرکت پذیری حیرت انگیز تھی۔ نہایت
 سرعت سے مدینہ منورہ سے بدر آئے، تیوری
 سے مورچے قائم کیے اور میدان جنگ میں
 نہایت برق رفتاری سے دشمن کی فوجوں پر
 حملے کیے۔ سرعت اور تیز رفتاری سے تبوک
 اور دومانہ کے میدانوں میں فوج کو پہنچانا آپ
 اندرون شہر سڑکوں، گلیوں میں
 لڑائی کے جو اصول آج مروج ہیں، غزوہ بنو
 نضیر، بنو قریظہ اور خیبر میں آپ ﷺ نے ان
 ہی اصولوں پر عمل پیرا ہو کر بلا آخر قلعہ بند
 فوجوں کو اطاعت پر مجبور کر دیا۔ جبکہ دوسری
 عالمگیر جنگ میں اسٹالن گراؤ میں شہر کے اندر

کی لڑائی میں آخر تک جرمن روسیوں کو شکست
 نہ دے سکے حضور ﷺ دنیا کے واحد سپہ سالار
 ہیں جو ہمیشہ دشمن کے مقابلے میں کم سے کم
 تعداد پر مشتمل لشکر روانہ فرماتے تھے۔ مثلاً غزوہ
 بدر میں دشمن کے ۹۵۰ جنگ باراونٹ ۱۰۰
 گھوڑوں اور ۷۰۰ اونٹوں کے مقابلے میں آپ
 ﷺ کا لشکر ۳۱۳ مجاہدوں، دو گھوڑوں، اور
 ستر اونٹوں پر مشتمل تھا۔ اسی طرح غزوہ احد
 میں بھی دشمن کی تین ہزار سپاہ کے مقابلے میں
 صرف سات سو مسلمان صف آراء ہوئے مگر
 حیرت تو اس بات پر ہے کہ قلیل تعداد ہونے
 کے باوجود سپہ سالار اعظم کی سپہ کا پلہ ہمیشہ
 بھاری رہا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کم سے کم
 طاقت Economy اصول تمام سپہ
 سالاروں کی نسبت بطریق احسن جانتے تھے۔
 اس لیے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ
 جب تک دشمن کی آنکھ کی سیاہی اور سفیدی میں
 فرق نہ کر لو اس پر تیر مت چلانا اسی ایک حکم
 میں (Shoot to Kill) کوئی گولی خطا نہیں
 جانی چاہیے اور ہر گولی سے ایک دشمن کو ہلاک
 کرنے کا حکم، تیاری کا فائر، آرڈر اور موقع کا
 فائر آرڈر کے عملی اطلاق شامل ہیں۔

ہمارے موجودہ فائر کنٹرول آرڈروں
 کے کئی پہلو ہیں دوسری جنگ عظیم میں جاپا
 نیوں نے اس اصول سے بہت فائدہ اٹھایا۔ ان
 کا طریق کار یہ تھا کہ حملہ آور کی پہلی لہر
 Wave کو اپنے علاقے سے گزرنے دیتے

تھے اور جب دوسری لہر آتی تو وہ ذرا ڈھیلی ہوتی
 تھی اور کمانڈر بھی ان کے ساتھ ہوتے تھے تو
 جاپانی نزدیک سے فائر کر کے انہیں ختم
 کر دیتے تھے پہلی لہر والوں کا ہمدوست
 جاپانیوں کے وہ لوگ کرتے تھے جو
 (Depth) والی پوزیشن یعنی (گہرائی) میں
 ہوتے تھے۔

اسلام سے پہلے بھی اور آج بھی
 (منکرین اسلام کے نزدیک) جنگ اور محبت
 میں ہر چیز جائز سمجھی جاتی ہے اگر آپ تاریخ
 کے اوراق پلٹیں تو آپ دیکھیں گے کہ کہیں
 سروں کے مینار بن رہے ہیں، کہیں خون کی
 ندیاں رواں ہیں، کہیں اعضاء کاٹے جا رہے
 ہیں اور کہیں خواتین کی بے حرمتی ہو رہی ہے،
 کہیں معصوم بچوں کو نیزوں پر اچھالا جا رہا ہے
 اور کہیں تہذیب و تمدن کے نقوش مٹائے
 جا رہے ہیں۔ مسلمانوں کے علاوہ تقریباً ہر قوم
 جنگ کو صحرا کا جھولا، ویرانوں کا راگ، شعلوں
 کا غرور اور ذہنوں کا فتور سمجھتی ہے۔ بابل اور
 ایران کے بوسیدہ کھنڈرات، پولینڈ، بیرس،
 برلن، ہیر و شیمہ اور لینن گراؤ کے درود یوار
 فنون حربیہ کے اسی انداز و اطوار کا نظارہ کر چکے
 ہیں تاریخ کی زبان کو کون روک سکتا ہے؟ سخت
 نصر کی تباہیوں کو آج بھی بیت المقدس دہرا رہا
 ہے۔ سکندر کس طرح زلزلہ من کر آیا تھا ایران
 کی تاریخ اسے کب بھول سکتی ہے۔ بغداد کی
 تاریخ کو وہ زخم آج بھی یاد ہیں جو چنگیز خان اور

بلا کو خان کی تلوار نے لگائے تھے۔ صرف دو
 عظیم جنگوں میں اندازاً آٹھ کروڑ افراد ہلاک
 اور زخمی ہوئے۔ لاکھوں عورتوں، بچوں، اور
 بے گناہوں کی تباہی اس کے علاوہ ہے۔
 مورخین کی تصریح کے مطابق حضور ﷺ
 کے وقت تمام غزوات، فوجی مہموں، جاسوسی
 اور خبر رسانی کے دستوں، اور اکاڈمکی جنرل پوس
 کی تعداد ۸۲ کے لگ بھگ ہے ان تمام غزوات
 میں ۲۵۹ مسلمان شہید ہوئے ۷۵۹ دشمنان
 اسلام قتل ہوئے۔

انسانی خون کی یہ عزت تاریخ عالم
 میں بلا خوف و تردید، بے نظیر ہے۔ حضور اکرم
 ﷺ کے دور میں دس لاکھ سے بھی زیادہ مہرج
 میل کا رقبہ آپ ﷺ کے زیر اقتدار آچکا تھا اور
 ان دس سالوں میں روز دو سو چوبیس مہرج میل
 کی اوسط سے وسعت اختیار کرنا رہا۔
 آپ ﷺ صحابہ کرام کو مسلسل
 سفر، اسالیب جنگ، پیرے داری اور صحرا
 نوردی کی مشقیں کرواتے رہتے تھے جنہیں
 آج کل اجتماعی مشقیں (Collective Exercises)
 کہا جاتا ہے۔
 آپ ﷺ نے افسروں کی ایسی تربیت کی
 کہ آپ کے وصال کے پندرہ سال بعد ہی تین
 اعظموں ایشیاء، افریقہ اور یورپ پر پھیلے ہو۔
 علاقوں پر مدینہ منورہ (مسلمانوں) کی حکومت کا
 ہو جانا۔ حضور اکرم ﷺ کی جنگی حکمت عملیوں
 مطالعہ کرنے کا غیر معمولی شائق بن جاتا ہے۔

نبی کا لباس

اسلامی ثقافت کا آئینہ دار

ادھی کی شخصیت کا واضح اظہار اس کے لباس سے بھی ہوتا ہے اس کی وضع و قطع، قصر و طول، رنگت، معیار، صفائی اور ایسے ہی مختلف پہلو بتا دیتے ہیں کہ کسی لباس میں بلبوس شخصیت کس ذہن و کردار سے آراستہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کے بارے میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء کرام نے جو معلومات دی ہیں وہ بڑی حد تک آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذوق کو نمایاں کرتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لباس کے معاملے میں درحقیقت اس آیت حکیمہ کی عملی تشریح پیش فرمائی ہے:

ترجمہ: "اے اولاد آدم! ہم نے تمہارے شر ڈھالنے والا اور تمہیں زینت دینے والا لباس تمہارے لیے مقرر کیا ہے اور لباس تقویٰ بہترین لباس ہے" (الاعراف: ۳۱)

دوسرا پہلو لباس کا: سوا بیل تفیکم العود و سوا بیل تفیکم باسکم" تمہیں گرمی سے بچانے اور جنگ میں محفوظ رکھنے کے لیے قمیض اور زردی فراہم کیں" (النحل: ۸۱)

کے الفاظ میں بیان ہوا۔ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس سادہ تھا، زینت بخش تھا اور برائیں ہمہ لباس تقویٰ تھا۔ اس میں ضرورت کا بھی لحاظ تھا۔ وہ چند

کڑے اخلاقی اصول کی پابندی کا مظہر بھی تھا اور ذوق سلیم کا ترجمان بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبر و دیریا سے بے تعلق اور ٹھٹھا ہاتھ سے رہنا پسند نہ تھا۔ فرمایا:

"میں تو بس خدا کا ایک بندہ ہوں اور بندوں (ہی) کی طرح (کا) لباس پہنتا ہوں۔"

(المواہب اللدنیہ ص ۸۲/۳ ج-۱)

"ریشم دیا اور حریر کو مردوں کے لیے آپ نے حرام قرار دیا۔ ایک بار تحفہ میں آئی ہوئی ریشمی قبائلی اور فوراً اضطراب کے ساتھ اتار پھینکی۔"

(مشکوٰۃ)

تہ بند
تہ بند، قمیض اور عمامہ کی لمبائی چونکہ علامت کبر تھی اور یہ طریق لباس متکبرین میں رائج تھا اس لیے سخت تنفر تھا (بہت سی روایات میں مثلاً حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی روایت اپنے والد محترم سے مندرجہ ابوداؤد و نسائی ابن ماجہ لباس شہرت پر وعید از ابن عمر رضی اللہ عنہ مندرجہ ترمذی احمد ابوداؤد ابن ماجہ)

دوسری قوموں خصوصاً مذہبی طبقوں کی مخصوص فیشنوں کی تقلید اور تقالی کو بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ممنوع ٹھہرایا (مثلاً روا بیت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ مندرجہ مستدرک احمد ابوداؤد) تاکہ امت میں اپنی خودی اور عزت نفس برقرار ہے۔ نیز فیشن اور لباس کی تقلید نظریات و کردار کی تقلید پیدا کرنے کا سبب نہ بن سکے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی تمدن کے تحت فیشن، آداب اور ثقافت کا ایک نیا ذوق پیدا کر دیا۔ لباس میں موسمی تحفظ، ستر سادگی، لطافت و نفاست اور وقار کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص لحاظ تھا اگر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کو وقت کے تمدنی دور اور عرب کی موسمی اور جغرافیائی اور تمدنی ضروریات و مروجات کے نقشے میں رکھ کر دیکھیں تو وہ بڑے معیاری ذوق کا آئینہ وار ہے۔

ایسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس پر ایک نگاہ ڈالیں

آستین بہت پسند تھا کرتے کی آستین نہ تنگ رکھتے تھے نہ زیادہ کھلی درمیانی ساخت پسند تھی آستین کلائی اور ہاتھ کے جڑ تک پہنچتی سفر (خصوصاً جہاد) کے لیے جو کرتا پہنتے

اس کے دامن اور آستین کا طول ذرا کم ہوتا۔ قمیض کا گہرا بنانے پر ہوتا جسے کبھی کبھار رومو بھی تھا منے کے تحت) کھلا بھی رکھتے اور اسی حالت میں نماز پڑھتے کرتا پہنتے ہوئے سیدھا ہاتھ ڈالتے پھر الٹا، صحیحہ کو بھی اس کی تعلیم دیتے۔ داہنے ہاتھ کی فوقیت اور اچھے کاموں کے لیے داہنے ہاتھ کا استعمال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سکھائی ہوئی اسلامی ثقافت کا ایک اہم عنصر تھا۔ عمر بھر تہ بند (نگلی) استعمال فرمایا جسے ناف سے ذرا نیچے باندھتے اور نصف ساق تک (ٹخنوں سے ذرا اونچا) اسلٹنے کا حصہ قدرے زیادہ جھکا رہتا۔

پاجامہ
(سراویل) دیکھا تو پسند کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم (پہنتے تھے ایک خود خرید فرمایا) اختلاف ہے کہ پہنا نہیں) اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں رکھی موجود تھا اس کی خریداری کا قصہ دلچسپ ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیے ہوئے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بازار گئے اور بزازوں کے ہاں

تشریف لے گئے چار دہم پر پاجامہ خریدار بازار میں اجناس کو توڑنے کے لیے ایک خاص وزن مقرر تھا وزن کرنے گئے اور اس سے کہا کہ اسے جھکتا ہوا تو لو (اتزن وارج) وزن کہنے لگا کہ یہ الفاظ میں نے کسی اور سے نہیں سنے حضرت ابو ہریرہ نے توجہ دلائی الا تعرف نمیک؟ یعنی تم اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچانے نہیں؟ وہ ہاتھ چومنے کو بڑھا تو آپ نے روکا کہ یہ عجیوں کا یعنی غیر اسلامی طریقہ ہے بہر حال وزن کرایا اور پاجامہ خرید کر لے چلے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بڑے تعجب سے پوچھا کیا آپ اسے نہیں گئے؟ تعجب غالباً اس بنا پر ہوا ہو گا کہ ایک تو درینہ معمول میں ایسی نمایاں تبدیلی عجیب تھی، دوسرے پاجامہ اہل نمازوں کا لباس تھا اور شبہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتناب (حالانکہ دوسرے تمدنوں کے اچھے اجزاء) کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبول فرماتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ہاں! پہنوں گا! سفر میں بھی حاضر میں کچھ دن کو بھی رات کو بھی کیونکہ مجھے

حفظ ستر کا حکم دیا گیا ہے اور اسے زیادہ ستر پوش لباس اور کوئی نہیں۔ (المواہب اللدنیہ ص ۱۳۶، ۱۳۷)

عمامة

سر پر عمامہ (پگڑی) باندھنا پسند خاص تھا نہ بہت بھاری ہوتا نہ چھوٹا ایک روایت کے لحاظ سے، گز لمبائی ہوتی تھی، عمامہ کا شملہ بالشت بھر منور چھوڑتے جو پیچھے کی جانب دو تون شاہوں کے درمیان اوڑھ لیتے۔ تمازت آفتاب سے بچنے کے لیے شملہ کو پھلا کر سر پر ڈال لیتے اسی طرح موسمی حالات تقاضا کرتے تو آخری بل ٹھوڑی کے نیچے سے لے کر گردن کے گرد بھی لپیٹ لیتے تھے۔ کبھی عمامہ نہ ہوتا تو کپڑے کی ایک دھجی (رومال) بٹی کی طرح (جی) سر پر باندھ لیتے، ایک رات یہ ہے کہ درسیا بیماری خصوصاً (درد سر) کی حالت میں سواہر نبالے نظامت عمامہ کو تیل کی چکنائی سے بچانے کے لیے ایک فائق پڑا عربی نام تناع بالوں پر استعمال کرتے۔ جیسے کہ آج کل بھی بعض لوگ ٹوپوں کے اندر کاغذ یا سولائیڈ کا ٹکڑا رکھ

لیتے ہیں۔ یہ دھجی چکنی تو ہوجاتی تاہم نظافت کا یہ حال تھا کہ روایات میں تصریح ہے، اسے کبھی میلا اور گدہ نہیں دیکھا۔ سفید کے علاوہ زرد رنگ کا عمامہ بھی باندھا ہے اور فتح مکہ کے موقع پر سیاہ بھی استعمال فرمایا۔ عمامہ کے نیچے کپڑے کی ٹوپی بھی استعمال میں رہی اور اسے پسند فرمایا۔ نیز روایات کے بموجب عمامہ کے ساتھ ٹوپی کا استعمال گویا اسلامی ثقافت کا ایک مخصوص طرز تھا اور اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شریکین کے مقابلے پر امتیازی فیشن قرار دیا۔

ٹوپی

عمامہ کے علاوہ کبھی خالی سفید ٹوپی بھی اوڑھتے گھر میں اوڑھتے کی ٹوپی سر سے چکی ہوتی ہوتی۔ سفر پر نکلنے تو اٹھی ہوتی بازدار ٹوپی استعمال فرماتے سوزنی نما سٹے ہوئے کپڑے کی دبیز ٹوپی بھی پہنی ہے۔

چادر

اوڑھنے کی چادر کم گز لمبی دھانی گز چوڑی ہوتی تھی، کبھی لپیٹے، کبھی ایک پلو سیدھے بٹل سے نکال کر لے کر کاندھے پر ڈال لیتے یہی

چادر کبھی کبھار بیٹھے ہوئے ناگلوں کے گرد لپیٹ لیتے اور بعض مواقع پر اسے تہہ کر کے مکینہ بھی بنا لیتے معز ملاقاتیوں کی ترخیص کے لیے چادر اتار کر بچھا بھی دیتے۔ یمن کی چادر جسے جبرہ کہا جاتا تھا بہت پسند تھی۔ اس میں سرخ یا سبز دھاریاں ہوتی تھیں۔ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سیاہ چادر (غالبا بالوں کی) بھی بنوائی گئی۔ اسے اوڑھا تو پیسے کی وجہ سے بودینے لگی چنانچہ نظافت طبع کی وجہ سے اسے پھر نہیں اوڑھا۔ نیا کپڑا خدا کی حمد اور شکر کے ساتھ بالعموم جمعہ کے روز پہنتے۔

فاضل جوڑا بنوا کر نہیں رکھتے کپڑوں میں پیوند لگاتے تھے، ان کی مرمت کرتے، احتیاطاً گھر میں دیکھ لیتے کہ جمع میں بیٹھنے کی وجہ سے (مجالس اور نمازوں میں میلے پیلے لوگ بھی آتے تھے اور صفائی کا عام معیار بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے مسلسل تربیت کر کے برسوں میں بلند کیا، کوئی جوں وغیرہ نہ آگھسی ہو۔

جہاں ایک طرف فقو سادگی کی وہ شان تھی وہاں دوسری طرف

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رہبانیت کا سدباب بھی کرنا تھا اور اس اصول کا مظاہرہ بھی مطلوب تھا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ اس کی عطا کردہ نعمت (رزق) کا اثر اس کے بندے سے عیاں ہو۔ (ترمذی نسائی)

اسی لیے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھار عمدہ لباس بھی زیب تن فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلک اعتدال تھا اور انتہا، پسند عمل سے امت کو بچانا مطلوب تھا چنانچہ تنگ آستین کا ردی جبہ بھی پہنا۔ (بخاری و مسلم)

سرخ دھاری کا اچھا جوڑا بھی زیب بدن کیا۔ طلیسانی قسم کا کردانی جبہ بھی کبھی کبھار پہنا۔ (المواہب اللدنیہ وعن اسماء بنت ابی بکر مسلم) جس کے گریبان کے ساتھ

دستی گوٹ لگی تھی۔ ایک بار ۲۷ اونٹنیوں کے بدلے میں ایک قیمتی جوڑا خریدا فرمایا اور پہنا اور اس کے ساتھ نماز بھی پڑھی۔ یہ تفسیر تھی اس قول قرآنی کی کہ "قل من حرم زینتہ اللہ اللتی ہو بوجھوا کون ہے اللہ کی عطا کردہ زینت کو حرام

کرنے والا، بس یہ ہے کہ معمول عام سادگی تھا۔ کپڑوں کے لیے سب سے بڑھ کر سفید رنگ مرغوب خاطر تھا۔ فرمایا "سفید کپڑے پہنا کر اور سفید ہی کپڑوں سے اپنے مردوں کو کفن دو کیونکہ یہ زیادہ پاکیزہ اور پسندیدہ ہیں۔" (عن محمد بن احمد، ترمذی نسائی، ابن ماجہ)

ارشاد فرمایا "حق یہ ہے کہ تمھارے لیے مسجدوں میں بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے جلنے کا بہترین لباس سفید لباس ہے۔" (ابوداؤد، ابن ماجہ)

سفید کے بعد سبز رنگ بھی پسندیدہ تھا لیکن بالعموم اس شکل میں کہ ہلکی سبز دھاریاں ہوں۔ اسی طرح خالص شوخ سرخ رنگ بہت ہی ناپسند تھا۔ (لباس کے علاوہ بھی اس کے استعمال کو بعض صورتوں میں ممنوع فرمایا) تاہم ہلکے سرخ رنگ کی دھاریوں والے کپڑے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنے، ہلکا زرد (میں الا یا شتری) رنگ بھی لباس میں دیکھا گیا۔

جوتا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جوتا مروجہ عربی تمدن کے مطابق چمپل

یا کھڑاؤں کی سی شکل کا تھا جس کے دو تسمے تھے، ایک انگوٹھے اور ساتھ والی انگلی کے درمیان رہتا، دوسرا اچھٹکیا اور اس کے ساتھ والی انگلی کے بیچ میں۔ جوتے پر بال نہ ہوتے تھے جیسے کہ معمولی ذوق کے لوگوں کے جوتے پر ہوتے ہیں۔ یہ ایک بالشت دو انگلی لمبا تھا۔ تلوے کے پاس سے سات انگلی چوڑا اور دونوں تسموں کے درمیان پنجے پر سے دو انگلی کا فاصلہ تھا، کبھی کھڑے ہو کر پہنتے کبھی بیٹھ کر بھی پہنتے ہوئے پہلے دایاں پاؤں ڈالتے پھر بائیں اور اتارنے ہوئے پہلے بائیں پاؤں نکالتے اور پھر دایاں۔

موزے

موزے بھی استعمال میں رہے، سادہ اور معمولی بھی اور اعلیٰ قسم کے بھی۔ شاہ نجاشی نے سیاہ رنگ کے سادہ موزے بطور تحفہ بھیجے تھے انھیں پہنا اور ان پر مسح فرمایا۔ اسی طرح معروف صحابی رسول گلستان نبوت کے پھول حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے بھی موزے تحفے میں پیش کیے

تھے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینکنے تک استعمال فرمایا۔

چاندی

چاندی کی انگوٹھی بھی استعمال فرمائی جس میں کبھی چاندی کا نیکینہ ہر تانھا کبھی جستی پتھر کا بعض روایات میں آتا ہے کہ لوہے کی انگوٹھی پر چاندی کا پتھر یا پالش چڑھا ہوا تھا۔ دوسری طرف یہ واضح ہے کہ لوہے کی انگوٹھی اور زبور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کراہت فرمائی ہے۔ انگوٹھی عموماً داہنے ہاتھ میں پہنی۔ کبھی کبھار بائیں میں بھی درمیانی اور شہادت کی انگلی میں نہ پہنتے۔ نیکینہ اور رکھنے کے بجائے ہتھیلی کی طرف رکھتے انگوٹھی پر محمد رسول اللہ کے الفاظ ترتیب وار پیچھے سے اوپر کو میں سطوں میں کنہ تھے۔ اس سے ہی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خطوں پر ہر لگاتے تھے۔ جنرات تحقیقین کی یہ رات قرین صحت ہے کہ انگوٹھی ہر کی ضرورت سے بنوائی تھی اور سیاسی منصب کی وجہ سے اس کا استعمال ضروری تھا۔ وضع قطع اور اراٹش نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے مال بہت سلیقے سے رکھتے ان میں کثرت سے تیل لگاتے، کنگھا کرتے، مانگ نکالتے، لبوں کے زائد بال تراشنے کا اہتمام تھا داڑھی کو بھی طول دعوض میں (خوبصورتی پیدا کرنے کے لیے) ہموار کرتے۔ اس معاملہ میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو باقاعدہ تربیت دیتے مثلاً ایک صحابی کو براگندہ مو دیکھا تو گرفت فرمائی۔ ایک صحابی کی داڑھی کے زائد بال بغض نفیس تراشنے۔ ارشاد فرمایا، جو شخص سر یا داڑھی کے بال رکھتا ہو اسے چاہیے کہ ان کو سلیقے اور شائستگی سے رکھے، مثلاً سیدنا حضرت ابو قتادہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا، "اگر تمہارا ان کو سنوار کے رکھو" (عن ابی ہریرہ ابو داؤد)

یہ تاکیدیں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے فرمائی تھیں کہ بسا اوقات مذہبی لوگ صفائی اور شائستگی کے تقاضوں سے غافل ہو جاتے ہیں۔ خصوصاً جب رنگ تصوف بڑھتا ہے اور ہیبت ابھرتی ہے تو غلیظ رینا علوم مرتبت کی دلیل بن جاتا ہے اس خطب کا سبب فرمایا سفر و حضر میں

سات چیزیں پیشہ ساتھ رہیں۔ "تیل کی شیشی، کنگھا (ہاتھی دانت کا بھی) سر مہ دانی (سیاہ رنگ کی) قینچی، مسواک، آئینہ، نکرئی کی ایک پتلی کھچی"۔

سر مہ رات کو سوتے وقت اتنا کہ زیادہ نمایاں نہ ہو، تین تین سلانی دونوں آنکھوں میں لگاتے۔ آخر رات میں حاجات سے فارغ ہو کر وضو کرتے لباس طلب کرتے اور خوشبو لگاتے۔ ریحان کی خوشبو پسند تھی۔ مہدی کے پھول بھی بھینتی بھینتی خوشبو کی وجہ سے مرغوب تھے۔ مشک اور عود کی خوشبو سب سے بڑھ کر پسندیدہ رہی۔ گھر میں خوشبودار دھونی لیا کرتے تھے ایک عطر دان تھا جس میں بہترین خوشبو موجود رہتی اور استعمال میں آتی۔ (کبھی سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے دست مبارک سے خوشبو لگاتیں) مشور بات تھی کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم جس کو بچے سے گزر جاتے تھے دیر تک اس میں ہنک رہتی تھی اور فضا میں بتا دیتی تھیں کہ:

"گزر گیا ہے ادھر سے وہ کاروان بہار"

خوشبو ہدیہ کی جاتی تو اسے ضرور قبول فرماتے اور اگر کوئی خوشبو کا ہدیہ لینے میں تاویل کرتا تو ناپسند فرماتے۔ اسلامی ثقافت کے مخصوص ذوق کے تحت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کے لیے ایسی خوشبو پسند فرمائی جس کا رنگ مخفی رہے اور ہنک پھیلے جب کہ عورتوں کے لیے وہ جس کا رنگ نمایاں ہو مہنک مخفی رہے۔

رفتار

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی چال، عظمت و تازہ شرافت اور احساس ذمہ داری کی ترجمان تھی۔ چلتے تو مضبوطی سے قدم جما کر چلتے ڈھیلے ڈھالے طریقے سے قدم گھسیٹ کر نہ چلتے، بدن سٹامبرا دائیں بائیں دیکھے بغیر چلتے۔ قوت سے قدم کو ہٹے بڑھاتے۔ قامت میں آگے کی طرف قدرے جھکاؤ ہوتا ایسا معلوم ہوتا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اونچائی سے نیچے کو اتر رہے ہیں۔

سند ابی ہریرہ کے الفاظ: "گویا زمین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کے ساتھ ساتھ پسپائی جا رہی ہے"

رفتار نیز ہوتی، قدم کھلے کھلے رکھتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم معمول رفتار سے چلتے مگر بقول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، "ہم مشکل سے ساتھ دسے پاتے"۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار یہ پیغام بھی دیتی جاتی تھی کہ:

"زمین پر گھنڈ کی چال نہ چلو" (سورہ لقمان)

قیہ: حدیث کی روشنی

کی تعمیر کریں گے۔ وہ بوسے نہیں جیسے پہلے تھی ویسی ہی بنا دو۔

تیسرا بچہ جو گو د میں بولا ایک عورت کا بچہ تھا، ماں بچے کو دودھ پلاری تھی کہ ایک سوار بڑے ترک و احتشام کے ساتھ ادھر سے گزرا، ماں نے اس کو دیکھ کر دعا کی، کہ خدا یا میرا بچہ بھی اسی شان و شوکت کا ہو۔ بچہ دودھ چھوڑ کر سوار کو دیکھنے لگا اور کہنے لگا کہ اسے پروردگار مجھ کو اس جیسا نہ سونے دینا۔ یہ کہہ کر بچہ پھر دودھ پینے لگا کچھ دیر کے بعد منظر سامنے آیا کہ لوگ ایک لونڈی کو طرح طرح کے جرائم کا الزام دیتے ہوئے ادھر اس

کو بلاوجہ مارتے ہوئے ادھر سے گزرے۔ لونڈی صرف حسینی اللہ و نیکہ الوکیل کہتی رہی اور فریاد بالقبضہ پر اس کا عمل نہ لہ بچے کی ماں نے یہ دیکھ کر دعا کی کہ پروردگار میرا بچہ ایسا نہ ہو۔ بچہ دودھ چھوڑ کر اس کو بھی دیکھنے لگا اور کہنے لگا لے اللہ مجھ کو اسی لونڈی کی طرح بنانا۔ اب ماں بیٹوں میں اس امر میں سوال جواب شروع ہوا۔ ماں نے کہا میں نے سوار اور اس کی شان کو دیکھ کر جب دعا کی کہ میرا بچہ ایسا ہو تو تو نے کہا کہ خدا مجھ کو اس جیسا نہ بنائے اور اس لونڈی کو جو ذلیل در سواری جا رہی تھی میں نے دیکھ کر جب کہا کہ خدا تجھ کو ایسی حالت میں مبتلا نہ کرے تو تو نے کہا کہ خدا مجھ کو ایسا ہی کرے۔ بچے نے جواب دیا کہ اسے ماں سوار ایک نہایت ہی متکبر اور ظالم شخص تھا اس لیے میں نے اس کی حالت اپنے لیے ناپسند کی اور وہ لونڈی جس کو تم ذلیل سمجھتی تھیں حقیقت میں مظلومہ تھی اس لیے میں نے اس کے درجہ کی تمنا کی۔ (بخاری مسلم)

شُرک سے بچتے

محمد سلیم خاں رائے بریلوی

قال الله تعالى: إن الله لا يغفر أن يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء وقال في موضع آخر: إنما المشركون نجس

ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شرک اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے اور وہ اسے کبھی بھی معاف نہیں کریگا دنیا کی قومیں جس شرک میں زیادہ مبتلا ہیں وہ شرک فی الدعاء اور شرک فی العبادۃ ہے اور ہمیشہ ناخدا شناس اور کم عقل انسانوں سے یہی شرک زیادہ ہوا کہ انہوں نے اللہ کے سوا ہستیوں کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر ان سے دعائیں کیں اپنی حاجتیں اور مرادیں ان سے مانگیں انھیں راضی اور خوش کرنے کے لیے طرح طرح سے ان کی عبادت کی ان کے آگے سجدہ کیے ان کے نام کی خیرات کی اور ان کے لیے نذریں اور منگتیں مانیں اور ہر آنکھ والا دیکھ سکتا ہے کہ بڑی مشرکانہ گمراہیوں میں آج بھی یہی گمراہی سب سے زیادہ عام ہے حتیٰ کہ مسلمان کھانے والوں میں بھی ایک خاص تعداد اس شرک میں مبتلا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ولا تدع مع الله الها آخر لا اله الا هو كل شئ ها لك الا وجهه اور مت پکارو اللہ کے ساتھ کسی اور فرضی اور من گھڑت الہ کو صرف اللہ ہی الہ حق ہے اس کے سوا۔ نہیں اس کی پاک ذات کے علاوہ جو کچھ اس عالم موجودات میں ہے سب فانی ہے اور باقی رہنے والی ہستی صرف اللہ کی ہے جو سب کا خالق اور پروردگار ہے۔

اللہ کے سوا ہستیوں کو حاجت روا اور کار ساز سمجھ کر ان

سے دعائیں کرنے والے اور مرادیں مانگنے والے جاہل مشرکین بھی اس حیثیت کو جانتے اور مانتے ہیں کہ صدار بننے والی ذات صرف اللہ ہی کی ہے اور باقی سب فانی ہے قرآن کتنا ہے کہ جن ہستیوں کے متعلق تم خود جانتے ہو کہ وہ اپنے وجود اور اپنی حیات میں بھی مختار نہیں ہے اور اپنے کو موت اور فنا سے چالینا بھی جن کے بس میں نہیں ہے سو جو کہ ان کو کار ساز اور حاجت روا سمجھ کر ان سے مدد مانگنا اور ان کو پکارنا کتنی بڑی حماقت ہے پس جو لوگ بتوں کو یا نیک اور مقدس روحوں کو یا گزرے ہوئے پیروں یا پیغمبروں کو اپنی مدد کے لئے پکارتے ہیں اور اپنی حاجتوں میں ان سے دعائیں کرتے ہیں (حالانکہ جانتے ہیں کہ یہ سب فانی ہستیاں ہیں) وہ خود سوچیں وہ کیسی احمقانہ حرکت کرتے ہیں اور اپنے کو وہ کتنی گہری پستی میں گراتے ہیں جو قومیں اور امتیں شرک میں مبتلا ہوئیں اور انھوں نے اللہ کے سوا کسی اور کو بھی اپنا معبود بنایا ان کے نبیوں اور ان میں آنے والے اللہ کے سچے بندے اور ہادیوں نے ان کو ہرگز شرک کی تعلیم نہیں دی تھی بلکہ خالص توحید ہی کی تلقین کی تھی ان سب نے پہلی بات اپنی قوم سے یہی کہی کہ۔ ان لا تعبدوا الا الله. اور. ان اعبدوا الله مالکم من الہ غیرہ۔ یہی بات نوح نے کہی یہی ہوڈ اور صالح نے کہی یہی ابراہیم اور ان کے بعد آنے والے سب پیغمبروں نے کہی لیکن عیسائیوں نے تثلیث کا عقیدہ گھڑا اور حضرت مسیح اور روح القدس کو اور بعض نے حضرت مسیح اور ان کی والدہ مریم صدیقہ کو خدائی میں شریے کیا اور اللہ کے اس پاک پیغمبر پر یہ تہمت دھری کہ اسی نے ہمیں شرک کی تعلیم دی تھی مگر یہ سب باتیں ان کی من گھڑت ہیں بلکہ حضرت مسیح نے جب اللہ کے رسول کی حیثیت سے اپنی قوم کے سامنے اپنے کو پیش کیا اور فرمایا کہ میں

اللہ کے حکم سے کوڑھیوں اور اندھوں کو اچھا کر سکتا ہوں اور مردوں کو زندہ کر سکتا ہوں اور فلاں فلاں معجزے دکھا سکتا ہوں تو ساتھ ہی صاف صاف یہ بھی ان سے کہ دیا کہ میں خدا نہیں ہوں بلکہ اسی اللہ کا بندہ ہوں جس کے تم پرے ہو اور میرا رب اور پروردگار وہی ہے جو تمہارا رب اور پروردگار ہے اور تمہا وہی عبادت اور بندگی کا مستحق ہے میں تم کو اسی کی عبادت اور اور بندگی کی دعوت دیتا ہوں اور یہی راہ نجات ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ خاتم الانبیاء، سید الرسل، امام الانبیاء، خاتم النبیین، سرور کائنات نبی کریم ﷺ کی امت کے لیے سب سے بڑا خطرہ یہی تھا کہ آپ کے غیر معمولی معجزات سے مہسوت ہو کر عیسیٰ کی طرح آپ کو بھی خدا یا شریک خدانہ سمجھ بیٹھے اسی لیے قرآن مجید میں آپ ﷺ کی عبدیت و بشریت اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں آپ ﷺ کی نیاز مندی اور سرفرازی کو جاجا اجا کر کیا گیا اور اس کے لیے اکثر مقامات پر یہی پیرایہ بیان اختیار کیا گیا ہے کہ خود آپ کی زبان سے اس کا اعلان و اظہار کرایا گیا۔ ارشاد ہے: قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الہکم الہ واحد فستقیموا لہ و استغفروہ وویل للمشرکین. ایک دفعہ کسی صحابی کی زبان سے سلسلہ کلام میں نکل گیا۔ ماشاء اللہ و شئت آپ اس پر سخت برہم ہوئے اور فرمایا جعلتني لله بل ماشاء الله وحده کیوں کہ آپ کے سامنے بعض اگلی امتوں کا یہ تجربہ تھا کہ اللہ کے جن منیوں نے زندگی بھر توحید کی راہ میں جدوجہد کی اور شرک کی بیخ کنی میں اپنی عمر صرف کر دی ان ہی کے امتیوں نے ان پیغمبروں کی وفات کے بعد ان کی قبروں کو سجدہ گاہ اور اپنا معبود بنا لیا اس لیے آپ ﷺ نے پہلے ہی سے آگاہی اور پیش قدمی فرمائی شرک کا دلوں میں پیوست ہونے کی مثال اس طرح ہے جس

طرح رات کے اندھیرے میں ایک کالی چوٹی کی انسان کے وہاں موجود ہونے کے باوجود وہ اس سرے سے اس سرے تک اس طرح گزر جاتی ہے کہ کسی کو ذرا لرزہ بھی احساس نہیں ہوتا ایسا شرک انسانوں کے دلوں میں رس بس کر داخل ہو جاتا ہے اور اسے اس کا علم بھی نہیں ہوتا۔ ہمیں معلوم ہے کہ سورج اپنی روشنی سے تمام گوشوں کو روشن کرتا ہے چاند اپنی چاندنی سے رات کی تاریکیوں کو منور کرتا ہے وغیرہ وغیرہ ہمیں بھی معلوم ہے کہ سورج کا تمام عالم کو روشن کرنا چاند کا تمام عالم کی رات کی تاریکیوں کو دور کرنا کسی معبود حقیقی کے حکم پر ہے اس کے پیچھے ایک واحد خدا ہے جس کا یہ نظام ہے جب یہ کہتے ہیں سورج اپنی روشنی خود دیتا ہے یعنی اس کے اندر بھی کچھ طاقت ہے بس یہی لفظ کچھ سے ہمارے آپ کے دل میں کچھ شرک کی آمیزش ہو جاتی ہے عبودیت کی بنیاد عقائد اور ایمان کی تصحیح پر ہے جس کے عقائد میں خلل اور ایمان میں بگاڑ ہو اس کی نہ کوئی عبادت قبول نہ اس کا کوئی عمل صحیح مانا جائے گا اور جس کا عقیدہ درست اور ایمان صحیح ہو گا اس کا تو ذرا عمل بھی بہت ہے اس لئے ہر شخص کو اس کی پوری کوشش کرنی چاہیے کہ اس کا ایمان و عقیدہ صحیح اور اس پر اطمینان ہی اس کا مقصود عمل اور مہمانے آرزو ہو اور حق کی تلاش کے جذبہ کے ساتھ یہ بات روشن ہو چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے کفار اپنے معبودان باطل کو اللہ وحده لا شریک لہ کا بالکل ہمسر و مساوی اور ہم مرتبہ قرار نہیں دیتے تھے بلکہ وہ یہ تسلیم کرتے تھے کہ وہ مخلوق اور بندے ہیں ان کا کبھی یہ عقیدہ نہیں تھا کہ ان کے معبود خدا تعالیٰ سے قدرت و طاقت میں کسی طرح کم نہیں اور وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک ہی پلڑے میں ہیں ان کا کفر و شرک یہ تھا کہ وہ اپنے معبودان باطل کو پکارتے اور ان کی دہائی دیتے

استاد

کی حیثیت اور کردار

مستحق الرحمن مثنیٰ

استاد ہونے پر فخر کا اظہار فرمایا استاد نے ہر دور میں انقلاب کی پشت پناہی کی ہے۔

اچھے استاد کے بغیر اچھی عمارت ساز و سامان اور اعلیٰ نصاب تعلیم بے معنی ہوں گے استاد طلباء کے اخلاق کی تربیت عادات و اطوار کو بہتر بنانے اور طلباء میں اچھی عادتیں پیدا کرنے کا ذمہ دار ہے استاد بننے کے لیے بڑی خوبیوں کی ضرورت ہے۔

چنانچہ ایک استاد کے لیے مندرجہ ذیل اوصاف کا ہونا بہت ضروری ہے۔

(۱) ایک استاد کے لیے اچھے کردار اور شخصیت کا ہونا بہت ضروری ہے اس لیے کہ اس کی شخصیت اور کردار چوں کے لیے ایک نمونہ ہوتا ہے استاد نہ صرف اپنے قول و فعل سے سکھاتا ہے بلکہ اس چیز کی بڑی اہمیت ہے کہ وہ خود کیا ہے سچ فطری طور پر نکالی کرتے ہیں کلاس کے اندر اور کلاس سے باہر استاد کی کوئی بھی حرکت ایسی نہ ہو جو دوسرے کے مذاق کا نشانہ بنے اور اس کی عزت و احترام کی توقع ہو۔

(۲) استاد کو اپنے پیشے کی اہمیت کا احساس

کسی بھی نظام تعلیم میں استاد کو ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے کوئی بھی نظام تعلیم اچھے اساتذہ کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا اساتذہ ہی معیار تعلیم کو بلند کرنے اور پست کرنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں استاد کو ہر دور میں بڑی اہمیت حاصل رہی ہے قدیم سے جدید زمانہ تک جو فاصلہ طے کیا گیا جو ترقی ہوئی ہے اس میں استاد کا نمایاں عمل دخل ہے استاد انسانیت کی تعمیر کرتا ہے۔

ہر مذہب ہر خطے اور ہر دور میں استاد کو ایک ذمہ دار فرد شمار کیا گیا ہے حتیٰ کہ استاد کو روحانی باپ گردانا گیا ہے ہر طالب علم کے لیے استاد کی ضرورت ہے جو حصول علم تعمیر سیرت اور اس کے عقائد و اعمال میں رہنما کا کام کرے استاد کسی بھی نظام تعلیم کی کنجی ہے اگر کسی قوم کو اعلیٰ درجہ پر لانا ہے تو سب سے پہلے اساتذہ کا اعلیٰ کا درجہ ہونا ضروری ہے اسلامی معاشرے میں استاد کو بہت ہی اہم مقام حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ محسن انسانیت حضور اقدس ﷺ کو استاد بنا کر بھیجا گیا اسلام نے استاد کی بہت قدر افزائی کی ہے اور حضور اقدس ﷺ نے اپنے

اہل جاہ و با اثر سے کسی پیرونی لبدال یا غوث کے ذریعہ خدائے وحدہ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کو دنیا کے بادشاہوں پر قیاس نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس کا معاملہ تو ان کے ماوراء ہے اس کے یہاں قدر توحید و اعمال صالحہ کی ہے اور یہی اس کی رضا کے حصول کا واحد ذریعہ ہے صالحین اور اولیاء کے ساتھ جانوروں تخصیص، ان کا احترام کرنا، ان کی نذرین چڑھانا اور ان کی قربانی کے ذریعہ ان سے تقرب حاصل کرنا حرام ہے کائنات میں آسمانی برجوں (پختروں) سیاروں کی تاثیر پر اعتقاد رکھنا شرک ہے کائناتوں نجومیوں اور غیب کی باتیں بتانے والوں پر اعتقاد رکھنا کفر ہے۔

نام رکھنے میں بھی مسلمانوں کو توحید کے شعار کا اظہار کرنا چاہیے غلط فہمی پیدا کرنے والے اور جس سے شرک کا اعتقاد کا اظہار ہوتا ہے ایسے الفاظ سے پرہیز کرنا چاہئے خدا کے علاوہ کسی کی قسم کھانا شرک ہے غیر اللہ کی نذرین ماننا حرام ہے اسی طرح کسی ایسے مقام پر قربانی کرنا جہاں کوئی مت تھایا کوئی جشن منایا جاتا تھا ناجائز ہے، رسول اللہ ﷺ کی تعظیم میں افراط و تفریط اور نصاریٰ کی طرح اپنے نبی کے بارے میں غلو و مبالغہ کرنے اور اولیاء و صالحین کی تصویروں اور شبیہوں کی تعظیم کرنے سے پرہیز اور مکمل احتیاط کرنا چاہئے امت محمدی کو شرک کے خطرے سے بچانے کے لئے قرآن کریم میں ایک خاص اہتمام کیا گیا ہے کہ جن جن مقامات پر رسول اللہ ﷺ کے غیر معمولی کمالات اور خاص الخاص بلندیوں کا ذکر آیا ہے وہاں خصوصیت کے ساتھ کپ کے لئے عبد کا لفظ استعمال کیا گیا ہے چنانچہ معراج میں جو انتہائی ترقی اور بلندی آپ کو حاصل ہوئی جو آپ کے سوا کسی نبی اور کسی فرشتے کو بھی حاصل نہیں ہوئی اس کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے سبحان الذی اسرئ بعبدہ لیلما من المسجد الحرام لی المسجد الاقصیٰ پاک ہے وہ ذات جورات میں لے گیا اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔

ان پر نذرین چڑھاتے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے یہاں سفارشی، مشکل کشا اور کار ساز سمجھتے تھے اس لیے ہر وہ شخص جو کسی کے وہی معاملہ کرے جو کفار اپنے معبودان باطل کے ساتھ کرتے تھے تو گرچہ اس کا یہ اقرار ہی کیوں نہ ہو کہ وہ ایک مخلوق اور خدا کا بندہ ہے لیکن اس میں اور زمانہ جاہلیت میں بڑے سے بڑے بت پرست میں حیثیت مشرک ہونے کے کوئی فرق نہ ہوگا دراصل شرک کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی کسی کے ساتھ وہ کام یا وہ معاملہ کرے جو خدا تعالیٰ نے اپنی بلند وبالذات کے ساتھ خاص فرمایا ہے اور جس کو عبودیت بندگی کا شعار بنایا ہے جیسے کہ کسی کے سامنے سجدہ ریز ہونا کسی کے نام پر قربانی کرنا وصیت میں کسی سے مدد مانگنا اور یہ سمجھنا کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور اس کو کائنات میں متصرف سمجھنا یہ ساری وہ چیزیں ہیں جن سے شرک لازم آتا ہے اور انسان ان سے مشرک ہو جاتا ہے خواہ اس کا یہ اعتقاد ہی کیوں نہ ہو کہ یہ انسان فرشتہ یا جن جس کے سامنے وہ سجدہ ریز ہو رہا ہے یا جس کے نام پر قربانی کر رہا ہے اور جس سے مدد مانگ رہا ہے اللہ تعالیٰ سے بہت کم مرتبہ اور پست مقام ہے اور چاہے یہ ماننا ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے اور یہ اس کا بندہ اور مخلوق ہے اس معاملہ میں انبیاء، اولیا جن و شیاطین سب برابر ہیں ان میں سے کسی کے ساتھ جو یہ معاملہ کریگا وہ مشرک قرار دیا جائے گا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان یہود و نصاریٰ کو جنہوں نے اپنے راہبوں، پادریوں اور پروہتوں کو کسی بھی صفات الہی میں شریک ٹھہرایا ہے ان اسماء و القاب سے یاد کیا ہے جن اسماء و القاب سے بت پرستوں اور مشرکوں کو یاد کیا ہے اور ان غالی اور راہ حق سے بٹے ہوئے لوگوں پر اسی طرح اپنے غضب و ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے جس طرح غالی مشرکوں پر۔

اللہ تعالیٰ کے یہاں کسی کی سفارش پیش کرنے یا کسی

رہنا چاہیے اور وہ اپنی پیشہ ورانہ مہارت کو فروغ دیتا رہے بغیر پیشہ کی محبت کے وہ بچوں کو نہ تو اخلاقی تربیت دے سکے گا اور نہ ہی ان کی نشوونما میں کوئی اہم کردار ادا کر سکے گا اگر کوئی استاد پیشہ کو گزر اور قات کا ذریعہ تصور کرے گا تو اس میں پیشہ ورانہ مہارت کبھی بھی پیدا نہیں ہو سکتی اسے اول اور آخر ایک استاد ہونا چاہیے ہر وہ فرد جو استاد بننا چاہتا ہے اس کے دل میں استاد بننے کی لگن اور تڑپ ہونا ضروری ہے اور استاد اپنے پیشہ کو عزت کی نگاہ سے دیکھے۔

(۳) استاد کو بچوں سے محبت کرنا چاہیے اور ان کے مسائل کو سننا اور ہمدردی سے انھیں حل کرنا چاہیے اور ان کی شخصیت کا احترام کرنا چاہیے

(۴) استاد کے لیے ضروری ہے کہ اس اپنے مضمون کے علاوہ بچوں کی نفسیات کا بخوبی علم ہو کیونکہ بغیر اس کے وہ بچوں کی مسائل حل نہیں کر سکتا کسی استاد کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ بچوں میں ذات، نسل، برادری، مذہب، اور امیر و غریب کی بنیاد پر تفریق پیدا کرے، بلکہ استاد کی شخصیت اور رہنمائی سب کے لیے برابر ہونی چاہیے۔

(۵) استاد کا جذباتی طور پر پختہ ہونا بہت ضروری ہے اس لیے کہ اس کا طلباء پر بڑا اثر ہوتا ہے ایک ناخوش افسردہ پریشان حال اور غیر مطمئن استاد کسی طریقے سے بھی اپنے بچوں کو خوش نہیں رکھ سکتا اس لیے ضروری

ہے کہ استاد اپنی کوتاہیوں اور خامیوں پر نظر رکھے اور انہیں دور کرنے کی کوشش کرے تاکہ طلباء کو مضر اثرات سے بچایا جاسکے اپنے اندر ایسی خوبیاں پیدا کرنے کی کوشش کرے جس سے طلباء پر خوشگوار اثرات مرتب ہوں۔

(۶) استاد کا طریقہ تدریس سے واقفیت حاصل کرنا بھی بہت ضروری ہے کیوں کہ طریقہ تدریس ہی استاد اور شاگرد کو ایک مخصوص رشتے سے منسلک کرتا ہے استاد کو طریقہ تدریس اور نفس مضمون دونوں پر عبور ہونا چاہئے یہ بھی ضروری ہے کہ استاد روزانہ تیاری کرے۔

(۷) استاد کے مقاصد اور عزائم معاشرے کی ضروریات کے مطابق ہوں تاکہ وہ معاشرے کی ترقی میں حصہ لے سکیں۔

(۸) استاد کو پڑھاتے وقت مناسب موقعوں پر خوش مزاجی کا مظاہرہ کرنا چاہیے بعض اوقات خوش مزاجی تدریس پر بڑا گہرا اثر چھوڑتی ہے۔

(۹) استاد میں یہ خوبی ہو کہ وہ طلباء کی رہبری کر سکے۔ اور اپنے قول و فعل کے ذریعے ایک قابل اعتماد انسان ثابت کر سکے۔

(۱۰) ایک استاد پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور وہ اپنی ذمہ داریاں تنہا پوری نہیں کر سکتا بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسروں سے مل کر اپنے فرائض کو سرانجام دے ایک استاد کا صدر مدرس کے ساتھ

خوشگوار تعلقات احترام اور مشورہ پر عمل کرنا چاہیے استاد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ محبت سے پیش آئے۔ اختلاف رائے کو دشمنی میں تبدیل نہ کرے۔

بچے کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری گھر اور مدرسہ دونوں پر ہے دونوں میں سے تنہا کوئی بھی ذمہ داری پوری نہیں کر سکتا والدین اور استاد میں ہم آہنگی اور تعاون سے بچے کی تربیت پر گہرا اثر ڈالتا ہے استاد اور والدین کے درمیان تعلیمی گفت و شنید کا موقع پیدا کیا جائے استاد کے کام کی نوعیت اور اس کے تعلقات کا دائرہ کار بڑا نازک ہے لہذا استاد کو اپنے گفتار اور کردار میں بڑا محتاط رہنا چاہئے تاہم استاد یہ کوشش کرے کہ اس کے تعلقات معاشرے والدین طلباء اپنے ساتھیوں اور اپنے افسران کے ساتھ خوشگوار رہیں۔

استاد کے لیے چند ضروری اور اہم ہدایات۔

☆ استاد کو مطالعہ کا عادی ہونا چاہیے جو مضمون وہ پڑھاتا ہے اس سلسلہ میں اپنے علم کو بڑھاتا رہے۔

☆ استاد کو چاہیے کہ وہ درس کے دوران فضول گوئی اور جھوٹی جچی باتوں اور بے تکلیف حکایات سے پرہیز کرے۔

☆ طلباء کو غیر ضروری کاموں کے لئے کلاس سے نہ بچھے۔

☆ استاد کلاس میں پہنچ کر سلام کرے اگرچہ کسی بھی وقت سلام کریں تو ان کے سلام کا واضح طور پر اور وقار کے ساتھ جواب دے صرف گردن نہ ہلانے۔

☆ استاد طلباء سے ذاتی تعلقات نہ بڑھائے اور نجی کاموں کے لیے اپنے گھر نہ بلانے

☆ طلباء سے طحائف وصول نہ کرے کیونکہ طلباء کی ذاتی آمدنی نہیں ہوتی وہ دوسروں سے رقمیں وصول کر کے استاد کے لیے تحائف لاتے ہیں۔

☆ استاد کو چاہیے کہ وہ مدرسہ کے ہر کام میں حصہ لے اس طرح وہ مدرسہ کے ہر کام سے واقف ہو جاتا ہے اور اسے ترقی کے مواقع ملتے ہیں لیکن مدرسہ کے کاموں میں بجا مداخلت سے پرہیز کرے۔

☆ بچوں کے سامنے مختصر بات کرے لمبی تقریر نہ کرے

☆ بچوں کو سوالات کرنے کی بہت عادت ہوتی ہے بعض اوقات بچے غیر نصابی سوالات کر کے استاد کو الجھا دیتے ہیں اس طرح سبق کا وقت ضائع ہوتا ہے اس سے بچو کنار ہونا چاہیے۔

☆ بچوں پر نہ زیادہ رعب رکھے نہ زیادہ نرمی

☆ بچوں کے سامنے گاہے گاہے علم کی اہمیت اور فضائل بیان کرتا رہے اور ان میں علم کا شوق پیدا کرتا رہے اور یہ بتاتا رہے کہ تعلیم کا اصل مقصد اچھا انسان بننا ہے اور اچھا انسان اچھے اخلاق و جمہدیب سے بنتا ہے۔

(باقی ص ۳۹ پر)

علیم محمد سعید شہید

رحمت علم صلی اللہ علیہ وسلم

بحیثیت سربراہ ملت

سرکار دو عالم فخر موجودات سرور کو نبین ختم الرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور حیات پاک ہر مسلمان کے لئے اسوۂ حسنہ اور نمونہ عمل ہے، ایک مسلمان کی حیثیت سے انفرادی اور اجتماعی زندگی بسر کرنے کے لئے ہمیں ہر قدم پر ہر شعبہ زندگی میں سرکار دو عالم ﷺ کی رہنمائی کی ضرورت ہے، حضور ﷺ دنیا میں آخری پیغمبر کی حیثیت سے تمام علمی و عملی کمالات کے جامع اور انسان کامل کا نمونہ بنا کر بھجے گئے تھے، آپ ﷺ نے امت کو عقائد و عبادات ہی کی ہدایت نہیں فرمائی بلکہ زندگی کے ہر میدان میں وہ حکمت آفریں ہدایات دی ہیں کہ ان پر عمل کر کے دین و دنیا کی نعمتیں حاصل کی جاسکتی ہیں اور اس کے بعد ہمیں رہنمائی کے لئے کسی جانب دیکھنے کی ضرورت نہیں رہتی، بلکہ اگر دنیا اس حکیمانہ نمونہ فکر و عقل کو اپنا لے تو جس اضطراب اور انتشار میں وہ آج پھنسی ہوئی ہے اس میں مبتلا نہ ہو۔

ہمیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ آپ ﷺ جس طرح ایک مشفق

باپ اور ایک محبت کرنے والے شوہر ہیں، اسی طرح امت کے حاکم اور سربراہ ہیں، جس طرح آپ ﷺ نے مخلوق کو خالق کا بندہ بنانے میں ایک منفرد مثال قائم فرمائی ہے، اسی طرح خدا کے بندوں کو باہم جوڑنے، ان کے آپس کے معاملات منصفانہ بنیاد پر استوار کرنے اور ایک پاکیزہ معاشرہ قائم کر کے مستحکم نظام دنیا کو چھٹنے میں جو کردار ادا کیا ہے تاریخ اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔

ایک امیر یا ایک سربراہ ملت کی حیثیت سے بھی حضور ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہمارے لئے روشنی کا ایک مینار ہے، بلکہ ساری انسانیت کے لئے ایک آئیڈیل ہے۔ حضور ﷺ نے واضح الفاظ میں بتا دیا کہ حدود کے معاملے میں بڑے اور چھوٹے کا امتیاز نہیں ہونا چاہئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

”تم سے پہلی امتیں اس لئے ہلاک ہوئیں کہ ان میں سے جب کوئی عزت والا چوری کرتا تھا تو اسے سزا نہیں دیتے تھے، تم ہے اللہ کی اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ ڈالوں“

غور فرمایا اپنے کہ حضور ﷺ نے کس خوبی سے نکتہ میان فرمایا کہ جرم اور غلطی ہر حال میں قابل سزا ہیں اور اس معاملے میں کسی امتیاز اور کسی رعایت کی گنجائش نہیں ہے، جرم کرنے والا کوئی ہو، کسی طبقے کا فرد ہو، کسی خاندان کا رکن ہو، کیسا ہی بااثر ہو، کیسا ہی دولت مند ہو اگر قانون کی خلاف ورزی کرے گا تو قانون اور انصاف کے مطابق سلوک کیا جائے گا، اس طرح حضور ﷺ نے معاشرہ کو انصاف اور عدل اور مساوات کی وہ بنیاد عطا کر دی جو ایک مستحکم اور پر امن معاشرے کی ضامن ہے۔

تاریخ شاہد ہیں اور حال بھی ایسی مثالوں سے خالی نہیں کہ بادشاہ اور مطلق العنان آمر اپنی حکومت و جبروت کا سکہ جمانے اور اپنی بیعت دلوں میں بھٹانے کے لئے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں کہ ان کے سامنے آکر اچھے اچھے سرغنے کاٹنے لگتے ہیں، اپنا رعب جمانے کے لئے یہ بادشاہ اور حکمران اپنے ارد گرد وہ اسباب اور وہ ماحول پیدا کرتے ہیں کہ جن سے دیکھنے والا لرزہ بر اندام ہو جائے، لیکن ہمارے سرکار ﷺ ان تمام ظاہری لوازم اور اسباب سے بے نیاز تھے۔

سارے عرب کی حکومت آپ ﷺ کے قدموں میں تھی، لیکن پھنا پھنا آپ ﷺ کا ”اسباب راحت تھا“ عظیم المرتبت حکمران اور بادشاہ آپ ﷺ کی ملت کے زیر نگین تھے۔

لیکن آپ ﷺ کے بے سرو سامانی ہی آپ کی بیعت اور عظمت و جلال کا ذریعہ تھی۔ ایک آدمی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور آپ کے رعب سے لرزہ بر اندام ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ اس کیفیت سے خوش ہوتا تو کجا اللہ سے دلاسا دیتے ہیں اور اس کے دل سے بیعت دور کرنے کے لئے جو کچھ فرماتے ہیں وہ انسانی عظمت کا عظیم الطیر چارٹر ہے اور حریت پسندوں اور مساوات کے بڑے بڑے دعویداروں کے لئے سبق آموز۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

”ڈرو نہیں! میں قریش کی ایک غریب عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی۔“

آپ ﷺ نے چند لفظوں میں وہ معیار شرف و مجد بیان کر دیا جو تاریخ انسانی کا کوئی بڑے سے بڑا بادشاہ اور کسی قوم کے بڑے سے بڑا سردار نہ کر سکا۔ انسانی عظمت کردار میں پوشیدہ ہے، اخلاق میں مضمر ہے، علم پر منحصر ہے، خدمت میں خفیہ ہے، عمدہ اور دولت عز و شرف کا معیار نہیں ہے۔

ایک سربراہ کے لئے دلنواز سخن ضروری ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں سے محبت سے کام لے، ان کو کمتر نہ سمجھے اور ان کی عزت بڑھائے، حضور ﷺ اپنے معمولی ماتحتوں کے ساتھ برابر سے کام کرتے، ایک بار حضرت ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ سفر پر تشریف لے گئے اور سفر کے دوران ساتھیوں کو بحری بھونے کا حکم دیا، ایک صاحب نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اس کو ذبح کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں اس کا گوشت تیار کروں گا، تیسرے نے اس کو پکانے کے لئے اپنی خدمت پیش کی۔

سربراہ امت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اور جنگل سے لکڑیاں لاؤں گا۔“

اصحاب رسول ﷺ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم جو حاضر ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

ٹھیک ہے، مگر مجھے یہ پسند نہیں کہ میں امتیاز کے ساتھ الگ بیٹھا ہوں، اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں فرماتا ہے کہ کوئی شخص اپنے رفیقوں میں ممتاز بننے کی کوشش کرے۔

سردار ملت کی ایک ضروری خصوصیت ان کی دل سوزی اور ہمدردی بھی ہے حضور ﷺ اس خلوص میں بھی بے مثال تھے۔ لوگوں کے دکھ درد کا بے حد خیال رکھتے تھے، آپ ﷺ نے عذاب سے چنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ لوگوں کی ضرورت کے وقت ان کے کام آنے کو بتایا ہے۔

مشورہ ایک سربراہ ملت کے لئے مفید ہی نہیں لازمی ہے۔ حضور ﷺ نے نہ صرف مشورہ کا حکم دیا ہے، بلکہ اس پر عمل بھی فرماتے تھے، خصوصاً اجتماعی معاملات مشورے کے بغیر کبھی طے نہ فرماتے۔

خطیب بغدادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ:

”میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے بعد کوئی معاملہ ایسا پیش آجائے جس کے متعلق نہ قرآن حکیم میں کچھ اترا ہو اور نہ آپ ﷺ سے کوئی بات سنی گئی ہو تو ہم کیا کریں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے عبادت گزار اور اطاعت شعار لوگوں کو جمع کرو اور اس معاملے کو مشورہ کے لئے سامنے رکھ دو اور کسی ایک شخص کی رائے پر فیصلہ نہ کرو۔

خود حضور ﷺ کا عمل بھی یہی تھا کہ:

”شاور ہم فی الامر“ (آل عمران ۱۵۹) کی پوری طرح تعمیل فرماتے اور صحابہ کرام کے مشورے سے امور ملت و حکومت فیصل فرماتے۔

حضور ﷺ اس امر کا بھی لحاظ فرماتے تھے کہ جن لوگوں کو مسلمانوں کے معاملات اور انتظام باگ ڈور سونپی جائے وہ اپنے اخلاق اور اہلیت کے علاوہ عوام الناس کے اعتماد کے بھی اہل ہوں اور لوگ ان کو پسند کرتے ہوں، دوسرے الفاظ میں عوامی مقبولیت بھی پیش نظر رہتی تھی۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

”تمہارے بہترین امام اور قائد وہ ہیں جن کو تم چاہتے ہو اور وہ تم کو چاہتے ہوں

تم ان کو دعائیں دیتے ہو اور وہ تم کو دعا دیتے ہوں اور تم میں بدترین رہنما وہ ہیں جن کو تم نا پسند کرتے ہو اور وہ تم کو نا پسند کرتے ہوں اور وہ تم پر لعنت بھیجتے ہوں اور تم ان پر لعنت بھیجتے ہو۔“

غرض مختصر یہی کہا جاسکتا ہے کہ تدبیر، مشاورت، عدل، دل نوازی، دل سوزی، سادگی، خدمت، ہمدردی اور ہر دل عزیز کی وہ اصول اور پیمانے حضور ﷺ نے اپنے اسوۂ حسنہ سے ہمیں عطا کئے ہیں جو سربراہان ملت و حکومت کے لئے رہتی دنیا تک سرچشمہ ہدایت رہیں گے۔

حسن سلوک:

انسان کا سب سے قیمتی سرمایہ اس کے اعمال ہیں، اعمال ہی پر اس کی بلندی و پستی، اسکی ترقی و تنزلی، اس کی مقبولیت یا مقبولیت کا دار و مدار ہے، اعمال ہی انسان کو بام عروج پر لے جاتے ہیں اور اعمال ہی اس کو ذلت و تباہی کے گڑھے میں پہنچا دیتے ہیں۔ یہی حال اجتماعی زندگی کا ہے۔ اگر کسی قوم کے افراد کی اکثریت حسن عمل کی سرمایہ دار ہوگی تو وہ قوم ترقی و عروج کی بلندیوں کو چھو لے گی اور جس قوم کے افراد حسن عمل سے محروم ہوں گے وہ قوم ترقی کے بجائے تنزل کی طرف جائے گی، یہ وہ بات ہے جس کو علوم عمرانی کے ماہر بھی تسلیم کرتے ہیں اور جس کی گواہی میں تاریخ کے اوراق بھی صف باندھے کھڑے ہیں۔

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے ایک

بہترین ضابطہ حیات عطا فرمایا ہے جس سے زیادہ جامع اور مکمل کوئی دستور حیات، کوئی ضابطہ عمل اور نظام اخلاق آج تک پیش نہیں کیا جاسکا اور مسلمان کی حیثیت سے ہمیں یقین ہے، ہمارا ایمان ہے کہ آئندہ بھی پیش نہیں کیا جاسکے گا، اسلامی نظام عمل میں جہاں انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں کے متعلق مکمل و مفصل ہدایات موجود ہیں اور ایک نمونہ کامل محفوظ ہے وہیں زندگی کی چھوٹی چھوٹی باتوں اور معمولی معمولی گوشوں کو بھی ہدایات کی روشنی سے منور کر دیا گیا ہے۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں زندگی کو خوشگوار اور کامیاب بنانے کے لئے بڑی کارآمد اور کارگر ہیں۔ ہادی حق ﷺ کا فرمان ہے کہ:

”مومن کے میزان میں ایسے اخلاق سے زیادہ کوئی چیز وزنی نہ ہوگی۔“ (مسلم وترندی)

اخلاق کا تعلق پوری زندگی اور زندگی کی تمام سرگرمیوں سے ہے، لیکن ہم اس وقت اخلاق کے صرف اس پہلو کو پیش کر رہے ہیں جس کو عرف عام میں خوش اخلاق یا خوش خلقی کہتے ہیں اور اس کا تعلق دوسروں کے ساتھ سلوک اور برتاؤ سے ہوتا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

”ہر چیز میں اللہ تعالیٰ نے احسان فرض کیا ہے..... ذبح بھی کرو تو حسن کے ساتھ۔“

یعنی اللہ کو یہ بات پسند ہے کہ آدمی

جب کوئی کام کرے تو خوش اسلوبی سے کرے، حضرت عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک ایسے آدمی کے پاس سے گزرے جو بحری کو گرا کر اس کے چہرے پر اپنا پیر رکھے ہوئے چھری کو تیز کر رہا تھا اور بحری اس کے اس عمل کو دیکھ رہی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”یہ ایسا بحری ذبح کرنے سے پہلے نہ مر جائے گی؟ کیا تم اس کو دوہری موت دینا چاہتے ہو۔“

یہ حضور ﷺ کی تلقین تھی حسن سلوک کے لئے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حسن سلوک کی اہمیت زندگی میں کس قدر ہے اور حضور ﷺ نے جو طرز زندگی اپنی امت کو سکھایا ہے اس میں اچھے برتاؤ اور خوش خلقی کو کتنا اہم مقام حاصل ہے۔

حسن سلوک ایسی چیز ہے جس کا اظہار ہر وقت، ہر موقع پر، ہر شخص سے ہو سکتا ہے۔ روزانہ صبح سے شام تک سینکڑوں آدمیوں سے آپ کا واسطہ پڑتا ہے، کسی سے سرسری ملاقات ہوتی ہے اور کسی سے تفصیلی گفتگو اور تبادلہ خیال ہوتا ہے، کسی سے صرف سلام دعائی تک بات پہنچتی ہے، لیکن سب میں آپ کا طرز عمل اور برتاؤ ظاہر ہوتا ہے۔ اچھا برتاؤ ہوگا تو وہ بھی نمایاں ہوگا اور اپنے اثرات چھوڑے گا، بر سلوک ہوگا تو اس کا اظہار بھی ہو کر رہے گا اور اس کے نتائج بھی نمایاں ہو گے۔ چلتے چلتے محض سلام کرنے اور

مزاج پوچھنے کے انداز ہی سے مخاطب کے ساتھ آپ کے رویے اور سلوک کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ مسکراتا ہوا چہرہ حسن اخلاق کا بہترین مظہر ہے۔ کسی کو دیکھ کر آپ کے چہرے پر بھاشت کا آجانا اس پر آپ کی توجہ اور اس سے آپ کے تعلق خاطر کا جیتا جاگتا ثبوت ہے اور یہ حسن سلوک ہے کہ لوگ یہ سمجھیں کہ ان کے ملنے سے آپ کو خوشی ہوئی۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

”اپنے بھائی کے لئے مسکرا دینا بھی صدقہ ہے۔“

بتائے انسانیت کا اس سے زیادہ پاس کس کو ہوگا اور انسانی نفسیات کا لحاظ اس سے زیادہ کس مصلح، کس رہنمائے رکھا ہوگا۔ باہم اخوت و محبت اور یگانگت کے ایسے بھکتے آپ کو کہاں ملیں گے؟ یہ بظاہر چھوٹی چھوٹی باتیں زندگی میں بڑی اہمیت رکھتی ہیں اور اکثر دور رس نتائج پیدا کرتی ہیں۔ تعلقات بنانے اور بگاڑنے، رشتوں کو توڑنے اور جوڑنے میں ان چھوٹی چھوٹی باتوں کا بڑا دخل ہوتا ہے، بلکہ اکثر اہم باتوں کے مقابلے میں چھوٹی باتیں ہی انسانی تعلقات پر زیادہ اثر انداز ہوتی ہیں۔ حسن سلوک انسان کو وہ طاقت اور وہ کشش عطا کرتا ہے جس سے وہ دلوں کو مسخر کر لیتا ہے اور انسان کی سچی خدمت انجام دیتا ہے۔ ایک مٹھا بول بعض وقت مایوس دل شکستہ انسان کو دلولہ تازہ عطا کرتا ہے۔ ہمت افزائی کا ایک

جملہ حوصلوں کو بلند اور عزائم کو جوان کر دیتا ہے۔ یہ سب حسن سلوک کے کرشمے ہیں۔ بڑے سے بڑا آدمی اگر اس نعمت سے محروم ہے تو سمجھے کہ وہ انسانیت کے حقیقی جوہر سے محروم ہے اور سچی خوشی اس کے پاس کبھی نہیں پھٹکے گی۔

انسان جتنا بڑا ہو گا اتنا ہی اس کا طرز عمل اور برتاؤ شائستہ اور شریفانہ ہوگا، بڑائی کا مطلب ہی یہ ہے کہ آپ حسن سلوک کی دولت سے مالا مال ہوں۔ انسانی تمدن کی یہ خصوصیت ہے کہ بڑے اور چھوٹے ایک دوسرے کے محتاج ہیں، بڑوں کو چھوٹوں کا تعاون درکار ہے اور چھوٹوں کو بڑوں کی مدد مطلوب ہوتی ہے۔ تمدن کی گاڑی دونوں پیوں سے چلتی ہے، اس طرح انسان کو اپنے معاشرے کے مختلف افراد سے ملنا جلنا اور ان کے درمیان رہنا پڑتا ہے، پڑوسی کی مثال لیجئے، آپ کتنے ہی امیر ہوں اور آپ کا پڑوسی کتنا ہی غریب اور بے سہارا ہو، بہر حال وہ آپ کے قریب ہے، آپ کو اس کی خوشی اور اس کو آپ کی تکلیف کا سب سے پہلے علم ہوگا اور آپ ایک دوسرے کے رنج و راحت میں سب سے پہلے شریک ہو سکتے ہیں، اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو آپ اچھے پڑوسی نہیں ہیں اور اچھے پڑوسی نہیں تو اچھے انسان بھی نہیں ہو سکتے۔ آپ کے حسن سلوک کا سب سے پہلا مستحق آپ کا پڑوسی ہے، سرکارِ دو عالم ﷺ

نے اس نکتے کو کس خوبی سے بیان فرمایا ہے:

”اگر تیرے ہمسائے تجھے اچھا کہتے ہیں تو واقعی اچھا ہے، اگر تیرے بارے میں تیرے ہمسائے کی رائے خراب ہے تو تو ایک بر آدمی ہے۔“ (بخاری شریف)

اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ مومن کا ہر کام اس طرح ہو کہ اس سے معلوم ہو کہ یہ مومن کا کام ہے اور مومن وغیر مومن کا فرق ظاہر ہو حتیٰ کہ اگر ایک مومن کسی کے گھر پر جا کر دروازہ کھٹکھٹائے تو اس عمل سے بھی اندازہ ہو جائے کہ یہ ایک ایسا فرد ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے۔ ایک مومن کا ہر عمل اس کے ایمان کا مظہر اور عکس ہوتا ہے اور ایک کافر کا عمل اس کے کفر کا آئینہ، دین کا فرق اور طرز زندگی کا فرق انسانوں کے کردار، برتاؤ اور اخلاق میں منعکس ہوتا ہے۔ مومن کا ہر عمل اس کے ایمان کی شہادت دیتا ہے، طرز حیات اور طریق عمل سے انسانوں اور انسانوں کے درمیان ایک واضح خط امتیاز کھینچ جاتا ہے۔

سید الانبیاء، حسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”لوگوں کو کہ تمہارا پروردگار ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے یعنی سیدنا آدم علیہ السلام، عربی کو عربی پر یا عجمی کو عربی پر کالے کو گولے پر گولے کو کالے پر کوئی فضیلت و برتری نہیں مگر صرف تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔“

ماں

وہ ابوالدنی (موریم)

(ترجمہ) اور مجھے اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ملا ہے

کانوں میں شیرینی و نغمگی گھولتا ہوا یہ سہ حرج لفظ ”ماں“ ایثار و خلوص، بے لوث محبت اور سر لپا خیر و برکت کا ایک گوارہ ہے جس میں چہ پھلتا پھولتا ہے اور زندگی کے ابتدائی منازل طے کرتا ہے منہ سے اس لفظ کے ادا ہوتے ہی ہر کس و نا کس کی نگاہوں میں ایک ایسی ذات کی تصویر گردش کرنے لگتی ہے جو اس روئے زمین پر خدا کی سب سے بڑی نعمت ہے ایک ایسی نعمت جو ایک بار واپس لے لی جائے تو عمر بھر کی ریاضت و عبادت سے دوبارہ حاصل نہیں کی جاسکتی: کیونکہ اسکی محبت بے لوث و بے غرض ہے، اسکی تربت و اضطراب بھی ہے ڈانٹ ڈپٹ بھی ہے، خوشبو کی سوغات اور نئی ورنجوری کے گھونٹ بھی ہیں لیکن ان ساری چیزوں میں الفت و محبت اور شفقت ماما کے تحلیل ہوتے ہوئے وہ عناصر ہیں جنکا ہر تو اللہ رب العزت کے بعد اسی ذات میں ہے جسے ہم ”ماں“ کہتے ہیں۔ دنیا کی ساری نعمتیں ساری آسائشیں دلوں کے ارمان اور وہ ساری خوشیاں جنکا تصور کیا جاسکتا ہے سب کی سب ماں کے بغیر بے مزہ ہیں۔ انسان لاکھ ترقی کر لے بڑے

سے بڑے علمی معرکے سر کر لے۔ وہ دنیا کو ایسے قدموں پر جھکالے، لیکن جب بھی اسے کوئی تکلیف پہنچے گی، بے چینی و بے قراری کا اسکو احساس ہوگا، تو سر اسی گنگی و بدحواسی کے عالم میں وہ اسی ماں کے دامن کو ڈھونڈے گا، اسکے آنچل میں خود کو چھپا لینا چاہے گا تاکہ ہر غم بھول جائے۔

ماں وہ عظیم ہستی ہے جنکا اس دنیا میں کوئی بدل نہیں، وہ محبت کی موتی، عشق کا سرچشمہ اور ایثار و شفقت کی اعلیٰ ترین مثال ہے، قدرت نے اسکے دل میں ایسی محبت ودیعت کر دی ہے کہ وہ چہ کی خوشی کی خاطر اپنا سارا سکون تج دیتی ہے، اسکی حفاظت میں اپنی جان پر کھیل جاتی ہے بڑے سے بڑے خطرہ سے نکرانے کا حوصلہ رکھتی ہے اور طوفان کا رخ موڑنے کا ہمیشہ اسکے دل میں ہوتا ہے اسکی عظمت و برتری کا کسی کو انکار نہیں وہ ایک منارہ روشنی ہے جس سے اس کے اطراف و گرد و نواح کا ماحول ہی منور نہیں ہوتا بلکہ اس کی شعاعیں ہر اس بندہ کے لئے مشعل راہ ثلاث ہیں جو حق کی تلاش میں کاسہ گدائی لئے محبت

محمد نسیں خالد اسکندری

کی بھیک مانگ رہا ہو، اسکی روشنی سے قوموں کے مستقبل کا آفتاب آفتاب فیض کرتا ہے، ماں کی محبت کا نور غلمتوں کو جھانکا دیتا ہے اور بھٹے ہوئے کو راہ دکھاتا ہے، اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ”جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے“ جنت ماں کے ہاتھوں تلے، آنکھوں اور دل میں بھی ہو سکتی تھی، مگر اس حالت میں ماں کی عظمت و بزرگی، برتری اور بڑائی کا وہ احساس نہ پیدا ہو پاتا جو ماں کے قدموں کے تلے ہونے میں ہے، ایک عابد کی ساری عبادتیں، عمر بھر کی ریاضتیں، شب بیداری، گریہ و زاری سارے مجاہدے اسی جنت کے حصول کے لئے ہے جنکا ٹھکانہ کہیں اور نہیں ماں کے قدموں کے نیچے ہے، اور اس جنت کے لئے ان قدموں کی تخی کو آنکھ کا سرمہ بنانا پڑے گا۔

کتابتہ نصیب ہے وہ شخص جسے ماں کی قدر نہیں، جو اسکی مامتا سے ناواقف ہے، اسکی خدمت کے بجائے اسے دکھ پہنچاتا ہے اسے یوڑھا، بوڑھیا، کھوسٹ اور نہ جانے کن کن نازیبا الفاظ سے پکارتا ہے غیر کی محبت میں اس حد تک غلو کرتا ہے کہ ماں کو ماں نہیں ایک نوکرانی سمجھتا ہے اور اپنی دنیا و آخرت دونوں کو ضائع کرتا ہے، سچ فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے کہ ”خاک آلود ہو، خاک آلود ہو، خاک آلود ہو، صحابہ نے عرض کیا، کون اے اللہ کے رسول؟ فرمایا وہ شخص جو ماں و باپ یا ان دونوں میں سے کسی ایک کو پائے اور ان کی خدمت کر کے جنت نہ حاصل کرے“ حضور ﷺ کا یہ ارشاد عین حقیقت کا ترجمہ ہے اور ہر صاحب

دل محسوس کر سکتا ہے کہ کتنے ہیں جنکے چہرے خاک آلود ہو چکے ہیں، معاشرہ میں ان کی شمشیت مسخ ہو چکی ہے اور ان کا کوئی وقار نہیں اسلئے کہ انہوں نے والدین کا احترام نہیں کیا اور ان کو اپنے سے راضی نہیں رکھا، سوان کا سکون غارت ہے۔

پہلی درگاہ ہوتی ہیں جہاں سے بچے انسانیت کا درس لیتے ہیں، باوقار طریقے سے زندگی برتنے کے آداب سیکھتے ہیں، ان کے معدوں میں اللہ و رسول کی محبت ان دودھ سے چھن چھن کر پیو پختی ہے اور پھر وہ دن بھی آتا ہے جب یہ بچے آسمان کے رشد و ہدایت کے چمکتے ستارے ہوتے ہیں کوئی ان میں حسن بھری ہوتا ہے کوئی عبدالقادر جیلانی، خواجہ معین الدین چشتی، نظام الدین اولیاء شاہ ولی اللہ، محمد علی جوہر اور کوئی ابو الحسن علی ندوی ہوتا ہے۔

ہم نے بزرگوں سے سنا ہے کہ داوی، ثانی اور مائیں بچوں کو سلاتے وقت مجاہدین اسلام کے کارنامے سناتی تھیں، اولیاء اللہ کے قصے اور بزرگوں کے واقعات بتلاتی تھیں لوریاں دیتی تھیں ”جنت کے پھول نہ ہو طول“ ”مجاہد بنے گا“ ”جنت کا دودھ لہا بیگا“ اسی لئے ان کی گود سے بچے اللہ کے سپاہی بن کر نکلتے تھے، رات کی نمازی دن کے غازی، لیکن آج ایسی مائیں کہاں؟ آج تو عورت بچوں سے بیزار ہے وہ ان کی نگہداشت پر پوری توجہ نہیں دیتیں بلکہ نوبت میں جا رہی ہیں کہ وہ دودھ پلانے تک کی روادار نہیں، وہ دودھ جو اس کے خون جگر سے تیار ہوتا ہے جس میں اسکی زندگی کا عکس، اسکی لہمیت و پاکیزگی، اور اس کی مادرانہ شفقت ہوتی ہے ظاہر ہے کہ یہ خوبیاں اس در آمد شدہ دودھ میں کہاں جو جانوروں اور نامعلوم اشیاء کے مرکبات سے تیار کیا گیا ہو، مادرانہ شفقت سے محروم ہے جب تربیت پاتا ہے وہ آزاد ہوتا ہے اسکو مایوسی و محرومی کی ان کیفیات سے گذرنا پڑتا ہے جو اسکی زندگی کو بڑے تلخ تجربے

کتنی عورتیں ہیں جو ماں بنتے ہی شدت وضع حمل کی وجہ سے دنیا سے رخصت ہو گئیں کتنی کراہ کراہ کر راتیں گذراتی ہیں ہر پہل درد سے تڑپتی ہیں لیکن محبت مادری ان کی ڈھارس بندھاتی ہے، مستقبل کی امید دلاتی ہے، وہ موت سے لڑتی ہیں اور ساری کائناتیں برداشت کر جاتی ہیں صرف اس لئے کہ انہیں اس چہرے کو جنم دینا ہے جسکا فیصلہ قدرت الہی نے کر رکھا ہے جو ان کے دل کا سرور آنکھوں کی ٹھنڈک اور بڑھاپے کا سہارا ہو گا پھر ان کی گودیں وہ

بات سے دلستہ کر دیتی ہیں، اور پھر مائیں اپنے بچوں کی بے راہ روی، لالہالی پن، اور تا فرماں برداری پر شاکہ ہوتی ہیں۔

ماں کی حیثیت مسلم، اسکے احسانات لا محدود، اسکی قربانیاں بے شمار، اسکی محبت بے لوث و بے غرض اور اس سے بڑھ کر اس کا وجود سر پائے فضل الہی، لیکن ہم ان ماؤں کو کیا کہیں جو خود بھی بے راہ رو ہیں اور بچوں کو بھی اس ڈگر پر چلا رہی ہیں دینی تعلیم سے دور، مشیت الہی سے نا آشنا، احکام خداوندی سے نابلد، فیشن کی دلدادہ اور خواہش نفس کی غلام ایسی عورتیں جب ”ماں“ نہیں گی تو وہ اپنے بچوں کی تربیت بھی اسی سنج پر کریں گی، ہمیں تو آج ان مثالی ماؤں کی ضرورت ہے جنکی کی چھاتی سے لہمیت و خشیت الہی کے وہ سوتے ابلتے تھے جن سے میراب ہو کر چہ پوری انسانیت کی تشنہ لہی کو مٹاتا تھا۔

اے میری بہو! خدا را اس طرف بھی غور کرو، آج تم بہن، بیٹی ہو، ماں کے روپ میں آؤ گی (خدا تمہاری گود میں آباد رکھے) لیکن یہ نہ بھول جانا کہ تم ایک چہرے کی ماں نہیں بلکہ ایک معاشرہ و ایک ملک کے معمار کو جنم دو گی، تمہاری شناخت تمہارے بچوں سے ہو گی، ان کے اخلاق و کردار تمہاری بلندی کو بتائیں گے لہذا پہلے اپنی اصلاح کی فکر کرو، اپنی تعلیمات کو اسلام کے سانچے میں ڈھال لو، نصیحت کا حق نہیں پھر بھی دل سے لگی ہے اسلئے کہ رہا ہوں، کہ ساری خواہشات ہر مشیت الہی کو غالب کر لو، حسن اخلاق و حسن (باقی صفحہ ۳۶ پر)

ہر مسلمان کو دن رات کس طرح گزارنا چاہیے

عظیم الامت حضرت مولانا شرف علی قانوی

- ۱۔ ضرورت کے موفقی دین کا علم حاصل کرے، خواہ کتاب پڑھ کر یا عالموں سے پوچھ پوچھ کر۔
- ۲۔ سب گناہوں سے بچے۔
- ۳۔ اگر کوئی گناہ ہو جائیں تو فوراً توبہ کرے۔
- ۴۔ کسی کا حق نہ رکھے، کسی کو زبان یا ہاتھ سے تکلیف نہ دے، کسی کی برائی نہ کرے۔
- ۵۔ مال کی محبت اور نام کی خواہش نہ رکھے، نہ بہت اچھے کھانے کپڑے کی فکر میں رہے۔
- ۶۔ اگر اس کی خطا پر کوئی ٹوٹے، اپنی بات نہ بنائے فوراً اقرار اور توبہ کرے۔
- ۷۔ بد و ن سخت ضرورت کے سفر نہ کرے، سفر میں بہت سی باتیں بے احتیاطی کی ہوتی ہیں، بہت سے نیک کام چھوٹ جاتے ہیں، وظیفوں میں خلل پڑ جاتا ہے، وقت پر کوئی کام نہیں آتا۔
- ۸۔ نہ بہت ہنسے، نہ بہت بولے، خاص کر نامحرم سے بے تکلفی کی باتیں نہ کرے۔
- ۹۔ کسی سے جھگڑا، تکرار نہ کرے۔
- ۱۰۔ شرع کا ہر وقت خیال رکھے۔
- ۱۱۔ عبادت میں سستی نہ کرے۔
- ۱۲۔ زیادہ وقت تنہائی میں رہے۔
- ۱۳۔ اگر اوروں سے ملنا جلنا پڑے تو سب سے عاجز ہو کر رہے، سب کی خدمت کرے، بڑائی نہ جتائے۔
- ۱۴۔ بد دین آدمی سے دور بھاگے۔
- ۱۵۔ دوسروں کے عیب نہ ڈھونڈے، کسی پر بد گمانی نہ کرے، اپنے عیبوں کو دیکھا کرے اور ان کی درستی کیا کرے۔
- ۱۶۔ نماز کو اچھی طرح اچھے وقت دل سے پابندی کے ساتھ ادا کرنے کا بہت خیال رکھے۔
- ۱۷۔ دل یا زبان سے ہر وقت اللہ کی یاد میں رہے، کسی وقت غافل نہ ہو۔
- ۱۸۔ اگر اللہ کا نام لینے سے مزہ آئے، دل خوش ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر جلالائے۔
- ۱۹۔ بات نرمی سے کرے۔
- ۲۰۔ سب کاموں کے لیے وقت

مقرر کرے اور پابندی سے اس کو پورا کرے۔

۲۱۔ کچھ رنج و غم یا نقصان پیش آئے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانے، اس پر پریشان نہ ہو اور یوں سمجھے کہ اس میں مجھ کو ثواب ملے گا۔

۲۲۔ ہر وقت دل میں دنیا کا حساب کتاب اور دنیا کے کاموں کو مذکور نہ رکھے بلکہ خیال بھی اللہ ہی کا رکھے۔

- ۲۳۔ جہاں تک ہو سکے، دوسروں کو فائدہ پہنچائے، خواہ دنیا کا ہو یا دین کا۔
- ۲۴۔ کھانے پینے میں نہ اتنی کمی کرے کہ کمزور یا بیمار ہو جائے نہ اتنی زیادتی کرے کہ عبادت میں سستی ہونے لگے۔
- ۲۵۔ خدا تعالیٰ کے سوا کسی سے طمع نہ کرے نہ کسی طرف خیال دوڑائے کہ فلانی جگہ سے ہم کو یہ فائدہ ہو جائے۔
- ۲۶۔ خدا تعالیٰ کی تلاش میں بے چین رہے۔
- ۲۷۔ نعمت تھوڑی ہو یا بہت اس پر شکر جلالائے اور فقر و فاقہ سے تنگ دل نہ ہو۔
- ۲۸۔ جو اس کی حکومت میں ہیں ان کی خطا و قصور سے درگزر کرے۔
- ۲۹۔ کسی کا عیب معلوم ہو جائے تو اس کو چھپائے البتہ اگر کوئی کسی کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے اور تم کو معلوم ہو جائے تو اس شخص سے ہی کہو۔
- ۳۰۔ ممانوں، مسافروں، غریبوں، عالموں اور درویشوں کی خدمت کرے۔

۳۱۔ نیک صحبت اختیار کرے۔
 ۳۲۔ ہر وقت خدائے تعالیٰ سے ڈرا کرے۔
 ۳۳۔ موت کو ہر وقت یاد رکھے۔
 ۳۴۔ ہر روز کسی وقت بیٹھ کر روز کے روز اپنے دن بھر کے کاموں کو سوچا کرے جو نیکی یاد آئے اس پر شکر کرے گناہ پر توبہ کرے۔
 ۳۵۔ جھوٹ ہرگز نہ بولے۔
 ۳۶۔ جو محفل خلاف شرع ہو وہاں ہرگز نہ جائے۔
 ۳۷۔ شرم و حیا اور بردباری سے رہے۔
 ۳۸۔ ان باتوں پر مغرور نہ ہو کہ میرے اندر ایسی خوبیاں ہیں۔
 ۳۹۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرے کہ وہ اسے نیک راہ پر قائم رکھیں۔
اصلاح کا آسان نسخہ
 دور کعت نفل نماز توبہ کی نیت سے پڑھ کر یہ دعا مانگو:
 ”اے اللہ میں آپ کا سخت نافرمان بندہ ہوں، میں فرمانبرداری کا ارادہ کرتا ہوں، مگر میرے ارادے سے کچھ نہیں ہوتا اور آپ کے ارادے سے سب کچھ ہو سکتا ہے، میں چاہتا ہوں کہ میری اصلاح ہو مگر ہمت نہیں ہوتی، آپ ہی کے اختیار میں ہے میری اصلاح۔ اے اللہ میں سخت نالائق ہوں، سخت گناہ گار

ہوں، میں تو عاجز ہو رہا ہوں، آپ ہی میری مدد فرمائیے، میرا قلب ضعیف ہے، گناہوں سے چھنے کی قوت نہیں، آپ ہی قوت دیجئے، میرے پاس کوئی سامان نجات نہیں، آپ ہی غیب سے میری نجات کا سامان پیدا کر دیجئے، اے اللہ جو گناہ میں نے اب تک کئے ہوں، انہیں تو اپنی رحمت سے معاف فرما، میں جانتا ہوں کہ آئندہ پھر مجھ سے یہ گناہ ہوں گے لیکن تو حفاظت کرنے والا ہے۔
بڑے ماحول میں دین دار بننے کا بہت ہی آسان نسخہ
 جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے دین پر چلنا بہت مشکل ہے، ایسے ماحول میں رہتے ہوئے ہر گناہ سے بچ نکلنا ہمارے بس کی بات نہیں، انہیں ایک آسان نسخہ بتاتا ہوں، بہت ہی آسان، کوئی محنت نہیں کرنا پڑے گی، نہ کسی وقت کی تعمیل ہے، نہ وضو وغیرہ کی کوئی قید غرض بالکل ہی سہل نسخہ ہے، ذرا تجربہ کر کے دیکھ لیجئے نسخہ یہ ہے۔
 کوئی سا وقت لے لیجئے، لینتے وقت رات کو کر سکیں تو زیادہ مناسب ہے۔ چند منٹ فارغ ہو کر یکسوئی سے ان تمام گانہوں کو ذہن میں لائیں جنہیں ترک کرنا مشکل سمجھتے ہیں اور معاشرے کے سامنے خود کو بے بس اور مجبور سمجھتے ہیں، ان تمام گناہوں کا تصور کر لیجئے جیسے بے پردگی ڈازھی منڈانا یا کتروانا، پینک، انشورنس وغیرہ، حرام آمدنی والوں سے لین

دین، تصویر اور ٹی وی کی لعنت وغیرہ وغیرہ، ان گناہوں سے خصوصاً اور باقی تمام گناہوں سے عموماً توبہ استغفار کیجئے، دل میں ندامت پیدا کیجئے پھر یوں دعا کیجئے:
 ”یا اللہ! میں عاجز ہوں، کمزور اور بے بس ہوں، معاشرے اور نفس و شیطان غالب ہیں میں ان کے مقابلے میں بالکل بزدل اور بہت ہی کمزور ہوں۔ تو کمزوروں کی دست گیری کرنے والا ہے، بس تو ہی مجھ ضعیف و ناتواں کی دست گیری فرما، اپنے فضل و کرم سے مجھے ہمت عطا فرما کہ تمام گناہوں کو چھوڑ دوں اس معاشرے کا مقابلہ کر سکوں، یا اللہ تو ہی مدد فرما، تیری مدد کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔
 یہ کام بلا تاخیر شروع کر دیجئے خواہ دل چاہے یا نہ چاہے، اس پر دل آمادہ ہو یا نہ ہو، اگر دل ساتھ نہ دے تو زبان تو کہیں نہیں گئی۔ صرف زبان ہی سے یہ کلمات دہرائیجئے، رفتہ رفتہ دل میں بھی اتر جائیں گے۔
 ابھی تو ایک دو منٹ سے لہذا کیجئے پھر جب مزہ آگیا، چاٹ لگ گئی تو منٹوں کی تحدید ختم ہو جائے گی۔ گھنٹوں لگے رہیں گے تو بھی سیری نہ ہوگی۔
سہل نسخہ امت کی اصلاح کا
 چالیس یوم تجربہ کر کے دیکھیں تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کی اہمیت ظاہر ہوگی۔
گھریلو اصلاح کا طریقہ

۱۔ گھر کے سب افراد کو جمع کر کے ایک سنت مؤکدہ یا غیر مؤکدہ سنائیں مثلاً وضو کی سنت شروع میں بسم اللہ شریف کا پڑھنا۔
 ۲۔ سنت کا ایک فائدہ بتانا، مثلاً رزق میں برکت ہوتی ہے۔
 ۳۔ ایک گناہ کبیرہ بتانا، مثلاً کسی کو ذلیل و حقیر سمجھنا۔
 ۴۔ گناہ کا ایک نقصان بتانا جو دنیا میں سامنے آتا ہے مثلاً رزق کی تنگی۔
 ۵۔ کم از کم سات مرتبہ کلمہ طیبہ، تین مرتبہ درود شریف، گیارہ مرتبہ استغفر اللہ، سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھنا۔
 ۶۔ نیک اور صالح حضرات کے پاس جس قدر وقت ملے، جا کر بیٹھنا۔ اگر کوئی ایسا

شخص نہ مل سکے تو صلحا و اکابر کے حالات و ملفوظات کا مطالعہ کرنا۔
 ۲۔ جو سبق دیا جائے اس کو کاپی پر لکھنا۔
 ۳۔ دوسرے دن سننا، اگر سب کو یاد
ہدایات
 ۱۔ ایک تاجپارہ نسخوں کا علم کسی عالم یا مسجد کے امام صاحب سے حاصل کرنا۔
 (باقی صفحہ ۳۲ پر)

ارض فلسطین

دامن تقدس میں اردن کے جوں لیٹے ہیں دیکھو غول تے مہمان کہاں لیٹے ہیں
 یہ شہیدانِ محبت یہ شہیدانِ وفا جن کو تربت نہ ملی جن کا جنازہ نہ اٹھا
 زرغم غیر مل بنوں نے جنہیں چھوڑ دیا ان کو عرب ہتھیاروں کی کثرت کیا
 عقل کی گھات میں نہنیں دیوانے تھے بے خطر کو دپڑے آگ میں دیوانے تھے

حضرت عمر بن عبد العزیز کو ایک نصیحت

حضرت عمر بن عبد العزیز نے حضرت عمرؓ کے پوتے سالم بن عبد اللہ کو لکھا کہ میرے پاس حضرت عمر بن خطاب کے کچھ خطوط بھیج دو، حضرت سالم بن عبد اللہ نے جواب میں لکھا:
 ”اے عمر! ان بادشاہوں کو یاد کرو جن کی لذت اندوزیاں کبھی ختم نہیں ہوتی تھیں، آج ان کی آنکھیں پھوٹ چکیں، جن کے پیٹ کبھی سیر نہیں ہوتے تھے آج وہ پیٹ پچک گئے، آج وہ زمین کی آغوش میں ایسے مردار بن چکے ہیں کہ کوئی ادنیٰ فقیر بھی ان کے پاس بیٹھ جائے تو بدبو سے بے چین ہو جائے۔“ (حلیۃ الاولیاء، ص 194، ج 2، بیروت۔ 1387)

میڈیا کے ذریعے

اسلامی دعوت

جاسکتا ہے، انٹرنیٹ دنیا کا سب سے بڑا کمپیوٹر نیٹ ورک ہے جس سے تقریباً ۱۶۰ ملکوں کے ۵۰ ملین افراد باہر راست جڑے ہوئے ہیں۔

انٹرنیٹ مختلف نظاموں کو مربوط کرنے والا محض ایک مواصلاتی نظام ہی نہیں بلکہ اس کے ذریعے اپنے افکار و خیالات کی نشر و اشاعت عالمی پیمانے پر کی جاسکتی ہے، اپنے پیغام کو دنیا کے ہر فرد تک پہنچایا جاسکتا ہے، دوسروں کی فکر پر اثر انداز ہوا جاسکتا ہے اور ان کی ذہن سازی کی جاسکتی ہے، سائنس کے اس کرشمے نے جغرافیائی حدود کو بے معنی اور پوری دنیا کو گھر آگن بنا دیا ہے، یہ نظام درحقیقت ایک ایسے انقلاب کا پیش خیمہ ہے جو انسان کے طرز معاشرت کو ہی بدل کر رکھ دے گا۔

انٹرنیٹ کی میدان میں انٹرنیٹ کا استعمال:

لگتا ہے کہ اکیسویں صدی انٹرنیٹ کی صدی ہوگی۔ انفارمیشن سپر ہائی وے (in-formation super High-way) کے دور میں دعوت حق کے لئے اس کا منظم استعمال ناگزیر ہے۔ اس کے لئے درج ذیل

عصر حاضر میں انٹرنیٹ کی حیثیت "لسان العصر" کی سی ہو گئی ہے۔ اس لئے دعوت کے میدان میں انٹرنیٹ کا منصوبہ اور دانشمندانہ استعمال وقت کی ضرورت بن گیا ہے، اگر ہم نے یہ ضرورت پوری نہ کی تو اس کے بھیانک نتائج ہمیں صدیوں بھٹکنے ہوں گے خصوصاً اس لئے بھی کہ باطل نے بڑی ہوشیاری سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز مہم چھیڑ رکھی ہے۔ ایک فکر انگیز تحریر ملاحظہ فرمائیں (ادارہ)

بنیادی طور پر میڈیا کی دو قسمیں ہیں:

پیپر میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کا جدید ترین اور سب سے مؤثر وسیلہ انٹرنیٹ ہے، ذیل میں اسی انٹرنیٹ کے بارے میں کچھ عرض کیا گیا ہے۔

انٹرنیٹ کیا ہے؟

انٹرنیٹ دراصل کئی چھوٹے چھوٹے کمپیوٹر نیٹ ورک اور مواصلاتی نظام کا مجموعہ ہے اس کے ذریعے لہجوں میں دنیا بھر کی معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں اور اس نظام سے منسلک ہر کمپیوٹر والے سے رابطہ قائم کیا

طریقے اپنائے جاسکتے ہیں۔

عالمی نیٹ ورک

(world wide web)

انٹرنیٹ کی مشہور ترین اور سب سے زیادہ استعمال کی جانے والی سروس ہے۔ اس کے ذریعے معلومات نشر کرنے کے لئے ہوم پیج (Home Page) کام میں لایا جاتا ہے، جن میں تین آڈیو، ویڈیو اور گرافکس کی شکل میں معلومات بھر دی جاتی ہیں۔ ہوم پیج کو پڑھنے کے لئے ایک خاص قسم کا پتہ (Ad-dress) ہوتا ہے، جس کو کمپیوٹر میں دیتے ہی تمام معلومات اس کمپیوٹر میں آجاتی ہیں۔ ایسے ہوم پیج بھی بنائے جاسکتے ہیں جن کے مخصوص حصے پر ان کا آپریٹر اپنے ملاحظت و سوالات لکھ سکتا ہے۔ دعوت کے میدان کے سرگرم افراد اور تنظیمیں اس سروس کا استعمال یوں کر سکتی ہیں:

(۱) ہر زندہ زبان میں ایسے ویب پیجز

(Web Pages) تیار کئے جائیں جن میں عقائد، عبادات، جدید ذہن میں اسلام کے تعلق سے جنم لینے والے شبہات اور اس پر کئے جانے والے اعتراضات کے تشفی بخش جواب، عالم اسلام کو درپیش خطرات کے بارے میں مفصل معلومات ڈال دی جائیں۔

(۲) ایسے ویب پیجز تیار کئے

جائیں جن میں لوگوں کے ذہن میں اسلام کے بارے میں پیدا ہونے والے سوالوں کو

حاصل کرنے کا خاص انتظام ہو تاکہ ماہر و تجربہ کار علماء کے پاس بھیج کر کتاب و سنت کی روشنی میں ان کا جواب معلوم کیا جاسکے۔

(۳) حجرہ ہائے مذاکرہ (Studios) پر مشتمل ایسے ویب پیجز تیار کئے جائیں جن میں فوری مذاکرے (Chat Shows) کرانے کا اہتمام ہو۔

انٹرنیٹ پر اسلام مخالف محتاجات:

عصر حاضر میں اسلام کی دعوت پیش کرنے کے لئے اسلام کی جانکاری کے ساتھ ساتھ دور حاضر کے تقاضوں سے مکمل آگاہی بھی ناگزیر ہے۔ چونکہ انٹرنیٹ کی حیثیت اب "لسان العصر" کی سی ہو گئی ہے۔ اس لئے دعوت کے میدان میں انٹرنیٹ کا منصوبہ بند اور دانشمندانہ استعمال وقت کی ضرورت بن گیا ہے، اگر ہم نے یہ ضرورت نہ پوری کی تو اس کے بھیانک نتائج ہمیں صدیوں بھٹکنے ہوں گے خصوصاً اس لئے بھی کہ باطل نے بڑی ہوشیاری سے انٹرنیٹ پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز مہم چھیڑ رکھی ہے۔ الازھر کے سینئر فار اسلامک اکانومی کے ڈائریکٹر جنرل کا بیان ہے کہ: اب تک انٹرنیٹ پر آنے والے ۱۲ ایسے پروگراموں کا پتہ چل چکا ہے جو اسلام کے خلاف غلط فہمیاں پھیلا رہے ہیں۔ اس نفرت انگیز مہم کے حجم اور البعاد (Diemnsions) کا اندازہ ذیل کی مثالوں سے لگایا جاسکتا ہے:

(۱) اگست ۱۹۹۷ء میں امریکہ میں مصعب عیسائیوں نے ایک فورم تشکیل دی اور اس کا نام "تلوار کے مقابلے میں قلم" رکھا۔ یہ فورم "اسلام کے بارے میں انکشاف حقائق" کے عنوان سے عربی، انگریزی، فرانسیسی اور ہسپانوی زبانوں میں انٹرنیٹ پر اپنا پروگرام پیش کرتا ہے، پروگرام کے عنوان میں کچھ یوں ہوتے ہیں:

"اسلام کے مخفی چہرے کے نقاب کشائی، اسلام کے بارے میں حقائق اور جعل سازیوں، حقائق حیات، قرآن کی نظر میں، ہیبت ناک تعلیمات، کیا آپ کسی مسلمان کی بیوی بننا پسند کریں گی؟ وغیرہ"

(۲) امریکہ آن لائن (America Online)

انٹرنیٹ پر اپنی خدمات پیش کرنے والی سب سے بڑی کمپنی ہے، اس کے چیئرمین پر ۲۵ ستمبر ۱۹۹۷ء سے دو اسلام مخالف پروگرام شروع کئے گئے، ان میں سے ایک کا آغاز تو آیت کریمہ:

"وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتو بسورة من مثله"

ترجمہ: "قرآن کی شکل میں جو کچھ ہم نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر نازل کیا ہے، اگر اس کے (منزل من اللہ ہونے میں) تمہیں شک ہے تو اس جیسی ایک سورۃ ہی منالاد۔" کے انگریزی ترجمے سے ہوتا تھا، اس کے بعد قرآنی آیات کے وزن پر نصرانی الفاظ سے

بنی چار سو تیس پیش کی جاتی تھیں، مقصد یہ باور کرانا ہوتا تھا کہ ان جعلی سورتوں کے ذریعے قرآن کے اس چیلنج کو قبول کر لیا گیا، ان سورتوں کے نام یہ ہیں: الایمان، الحمد، المسلمین، الوصایہ۔

مسلمانوں احتجاجی خطوط لکھے تو کمپنی نے یہ دودنوں پر وگرام بند کر دئے مگر "جیو میٹرز" اور "ٹرائی نامی دو کمپنیوں کے چیٹوں پر مجرم نے پھر وہی حرکت کی، دوبارہ احتجاج کیا گیا "تو ٹرائی بورڈ" نے اپنے چیٹیل پر نشر ہونے والے پروگرام کو بند کر دیا، لیکن "جیو میٹرز" نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔

عالم اسلام کیا کرے:

مسئلے کی نزاکت کو سمجھنے کے لئے یہ دونوں مثالیں کافی ہیں دعوت کے میدان میں اگر جلد ہی انٹرنیٹ کا منصوبہ بند استعمال نہ کیا گیا تو مسلمانان عالم کو اپنے دین و ایمان اور ملی تشخص کی خیر منانی پڑے گی کیونکہ انفارمیشن سپر ہائی وے کے اس دور میں اس میڈیا کی طوفان کا مقابلہ روایتی ذرائع ابلاغ سے ناممکن ہے، یہاں تو نا معلوم فرد یا گروہ کا سامنا ہے اگر ہم ایک پروگرام بند کراتے ہیں تو کئی دوسرے پروگرام شروع کر دیئے جاتے ہیں۔ اس لئے مثبت خطوط پر سوچنے اور کام کرنے کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ:

(۱) دعوت دین کے لئے انٹرنیٹ

کے منصوبہ بند طرز استعمال کے بارے میں

سجیدگی سے سوچیں اور انٹرنیٹ پر اپنے پروگرام پیش کریں۔

(۲) تمام دعوتی مراکز کو انٹرنیٹ سے جوڑنے کی کوشش کریں۔

(۳) اس کے لئے باضابطہ کمپنیاں اور تنظیمیں بنائیں جسے حکومتوں کو اس جانب متوجہ کریں کیونکہ کسی فرد واحد کے بس کی بات نہیں۔

لائق تحسین اقدام:

انٹرنیٹ پر آنے والے اسلام خلاف مذکورہ پروگراموں کا اتنا فائدہ تو ضرور ہوا کہ انٹرنیٹ کی افایت اور بے پناہ تاثیر سے مسلمانان عالم ٹھنی واقف ہو گئے، خوشی کی بات ہے کہ بعض اسلامی تنظیموں اور حکومتوں نے اس سمت میں پیش قدمی شروع کر دی، اس میدان میں پہل کرنے کا شرف سعودی عرب کو حاصل ہے۔ گزشتہ حج سے پہلے ہی ٹیلی ویژن کمپنی سی این این (Cable News Net) اور بی بی سی لندن کے اسٹریٹیوی سے سعودی حکومت نے یہ معاہدہ کیا کہ تجربے کے طور پر حج کے تمام مناظر کو پوری دنیا میں ٹی وی پر دکھایا جائے، بعد میں رفتہ رفتہ اس کی مدت بڑھا دی جائے۔

اسی طرح قطر میں "خدمت الاسلام علی انٹرنیٹ" نامی ایک پراجیکٹ ڈاکٹر حامد الانصاری کی نگرانی میں شروع ہو رہا ہے۔ یہ پراجیکٹ پہلے عربی، انگریزی، ملاوی اور پھر تمام

زندہ زبانوں میں انٹرنیٹ پر اپنے پروگرام پیش کرے گا، اس میں غیر مسلموں، نو مسلموں اور فتاویٰ کے لئے الگ الگ چینل قائم کئے جائیں گے، مؤثر اسلوب میں جاذب معلومات کی تیاری کے لئے متخصصین کی ایک کمیٹی تشکیل دی جائے گی۔

ڈاکٹر محمد عبدالہ یمانی کی صدارت میں "اقرآنی ایک فلاحی ادارے نے بھی اعلان کیا ہے کہ وہ انٹرنیٹ پر "اعلام الاسلام" (مشاہیر اسلام) کے نام سے ایک پروگرام پیش کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اس کا ہیڈ کوارٹر شکاگو میں ہے۔ انٹرنیٹ پر اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کے لئے ترکی کی ایک اسلامی تنظیم "موسسة الموسوعة الاسلامیہ" کے تعاون سے ایک پراجیکٹ شروع کرنے جارہی ہے اللہ تعالیٰ ان تنظیموں کو اپنے مقصد میں کامیاب کرے۔ (آمین)

بقیہ: بہر مسلمان کو

نکلے تو آگین سبق دینا، ورنہ وہی سبق پھر دہرائے۔

۴۔ جنہوں نے یاد کر لیا ہے ان کے حوالے ان کو کرنا جو یاد نہیں کر سکے ہیں۔

مسجد والوں کی اصلاح مسجد کے متولی صاحب یا منتظم صاحب یا امام صاحب سے گزارش کرنا کہ گھریلو اصلاح کے معمول کو وہ بھی اپنے یہاں

جاری کریں اور ان ہدایات کو جو اوپر مذکور ہوئیں، یہاں بھی ان پر عمل کیا جائے۔ نمازی لوگوں کو ہدایت کی جائے کہ ان باتوں کو اپنے بیوی بچوں کو جا کر پہنچائیں اور دوسرے دن نمازیوں سے پوچھا بھی جائے کہ گھروں میں یہ بات پہنچائی گئی یا نہیں۔ اگر بھول گئے ہوں تو آج پہنچائیں۔

مدرسے کے طلباء کی اصلاح ناظم مدرسہ یا منتظمین یا اساتذہ میں سے کسی سے کہنا یہی معمول وہ اپنے اپنے درجے میں بھی جاری کریں۔

طلباء کو یہ ہدایت کی جائے کہ یہ باتیں اپنے گھروں میں جا کر سنائیں اور دوسرے دن ان سے پوچھا جائے کہ ان پر عمل کیا یا نہیں؟ دار الاقامہ کے طلباء اپنے اپنے حلقوں میں باری باری سے سنائیں۔

عام ہدایت

۱۔ متفرق اوقات میں جن مقامات پر لوگ جمع ہوتے ہیں (دکانوں یا ہوٹلوں میں) ان مقامات پر بھی اس کا سلسلہ شروع کیا جائے تو انشاء اللہ بہت جلد امت کی حالت درست ہونے کی امید ہے۔

۲۔ مدرسہ و مسجد کے حضرات و عامۃ المسلمین کو آپس میں دینی دوست بنانے کا فائدہ بھی بتاتے رہنا کہ میدان حشر میں جب کوئی سایہ نہ ہوگا تو ایسے لوگوں کو عرش کے سائے میں جگہ ملے گی۔

ایک نظر

داؤدی بوہرہ فرقہ پر

بوہرہ معنی و مفہوم

سنسکرت کا لفظ "دویرا یورو" ہے جس کے معنی لین دین کے ہیں۔ اس سے "دیواہاری" یعنی بیوپاری نکلا۔ یہ لفظ مخفف ہو کر "دوہرہ" ہو گیا۔ مسلمان اسے بوہرہ کہتے ہیں۔ بوہرہ کے معنی تجارت، حرفت اور خرید و فروخت کے ہیں۔ بوہرا بمعنی صراط

مستقیم۔ بہراج بمعنی دوراندیش۔ کہا جاتا ہے کہ گجرات میں احمد شاہ اول کے عہد میں برہمنوں اور مہاجنوں کو مسلمان بنایا گیا چونکہ یہ نو مسلم عربوں کے ساتھ بوہرا بیوپار کرتے تھے اس لیے بوہرے کہلائے۔ بہراء لہجہ عربی قبیلہ بھی ہے جو مدینہ اور یمامہ کے آس پاس رہتے ہیں۔ بعض بوہرہ خاندانوں کا دعویٰ ہے کہ وہ ان ہی قبائل سے متعلق ہیں جب کہ بہرام جی ملا باری کا خیال ہے کہ بوہرے۔ دراصل ہندو تھے اور اسی سبب سے ابھی ان میں ہندو عقائد و رسوم موجود ہیں۔ بوہروں کے نسلی بھائی مارواڑ، راجپوتانہ اور یوپی میں آباد ہیں۔ اور ہندو بوہرے کہلاتے ہیں۔ بوہروں میں شیعہ بھی ہیں اور سنی بھی۔

مخبر علی ارشد صاحب لعل آباد

تاریخی پس منظر

تاتھوانی کمیشن کے مطابق "مسلمان دو فرقوں میں بٹ گئے۔ شیعہ اور سنی۔ دو فرقوں کا تعلق شیعہ فرقہ سے ہے۔ ہندوستان میں زیادہ تر بوہرے گجرات، راجستھان، مدھیہ پردیش اور مہاراشٹر میں رہتے ہیں۔ پاکستان، سری لنکا، برطانیہ، کینیڈا اور مشرقی افریقہ کے ممالک میں بھی ان کی قابل ذکر تعداد ہے۔ دنیا میں داؤدی بوہروں کی کل آبادی لگ بھگ دس لاکھ ہے سنیوں کی طرح شیعوں کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ اللہ ایک ہے اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں جن پر قرآن نازل ہوا لیکن ان فرقوں میں یہی قدر مشترک ہے۔ اس کے بعد اختلاف شروع ہو جاتا ہے شیعوں کی نظر میں دلاؤ رسول ﷺ علی کا رتبہ قریب قریب رسول ﷺ کے برابر ہے سنی بھی دلاؤ رسول ﷺ کی حیثیت سے علی کا احترام کرتے ہیں لیکن انہیں خدا کا نائب نہیں مانتے۔ علی کو رسول ﷺ کے برابر درجہ دینے کو شیعہ عقیدہ کی نمایاں خصوصیت قرار دیا جاسکتا ہے شیعوں کا یہ بھی

عقیدہ ہے کہ علی نص جلی کی رو سے محمد ﷺ کے جانشین ہیں۔

پھر شیعوں میں بہت سے فرقے پیدا ہو گئے جن میں اسماعیلی بھی ہیں یہ مصر میں حکمران بھی رہے۔ جب ۵۶۵ھ میں غازی صلاح الدین ایوبی نے مصر پر قبضہ کر لیا تو بہت سے اسماعیلی خاندان گجرات اور یمن میں آئے ۹۳۶ھ کو زیدی یمن پر قابض ہوئے تو اسماعیلیوں کا مرکز دعوت گجرات منتقل ہو گیا۔ اس جگہ ان کے ہم مذہب کثیر تعداد میں پہلے ہی موجود تھے۔ ایک داستان کے مطابق جس پر بوہروں کا یقین ہے، آخری امام ظاہر ابو القاسم طیب تھے۔ یہ آمر حکم اللہ خلیفہ مصر کے ہاں ۳ رجب الثانی ۵۲۳ھ کو پیدا ہوئے جس مکان میں پیدا ہوئے اسے "بیت حق معمر" کہتے ہیں۔ ظلم و ستم کی وجہ سے امام طیب پر وہ غیب میں چلے گئے۔

بوہروں کا عقیدہ ہے کہ امام غائب کا کوئی نہ کوئی جانشین کرہ ارض پر ہمیشہ رہتا ہے اور ایک دن امام زمان خود کو ظاہر کر دیں گے۔ امام طیب ائمہ کی ترتیب کے لحاظ سے ۲۱ویں امام ہیں۔ ان کے بعد داعیوں کا سلسلہ شروع ہوا اور ہر داعی نص جلی سے اپنا جانشین مقرر کرتا رہا ہے۔ ۲۶ویں داعی کے انتقال کے بعد (۱۵۸۹ء) سلیمان نامی شخص نے دعویٰ کیا کہ اس کو ۲۶ویں داعی نے جانشین مقرر کیا ہے۔ لیکن ایک جماعت نے اس دعویٰ کو مسترد

کردیا۔ اور داؤد بن قطب شاہ کو جانشین مقرر کردیا۔ اسی کے پیر و کار داؤدی بوہرے کہلاتے ہیں موجودہ سربراہ اعلیٰ محمد برہان الدین ہیں جو ۱۹۶۶ء کو گدی پر بیٹھے۔ یہ سلسلہ کے ۵۲ ویں داعی ہونے کے دعویٰ دار ہیں۔

ناتھوانی کمیشن

یہ کمیشن داؤدی بوہرہ فرقہ کے اصلاح پسند ارکان کے ساتھ مذہبی سربراہ اعلیٰ کے نام پر ان کے معتقدوں کے ظالمانہ سلوک کے سلسلے میں شکایات کی چھان بین کے لیے قائم کیا گیا۔ داؤدی بوہرہ فرقہ کے کچھ اصلاح پسند لیڈروں نے ”سیٹیزنز فار ڈیموکریسی“ سے شکایات کیں کہ فرقہ کے ارکان کو شہری آزادی حاصل نہیں ہے۔ سربراہ اعلیٰ اور اس کے معاونین انہیں پریشان کرتے ہیں۔ اور یہ طریقہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے مترادف ہیں۔ اصلاح پسند ارکان نے سیٹیزنز فار ڈیموکریسی سے درخواست کی کہ ان الزامات پر توجہ مبذول کی جائے۔ اور مناسب تفتیش کی جائے۔ سیٹیزنز فار ڈیموکریسی بقول ان کے زندگی کے تمام شعبوں میں جمہوری قدروں کو مضبوط بنانے والی تنظیم ہے۔ یہ سماجی، اقتصادی، اور ثقافتی شعبے ہیں، یہ نہ تو سیاسی پارٹی ہے اور نہ کسی سیاسی پارٹی کی حمایت کی پابندی ہے یہ تنظیم معقول اور تعمیری نظریات کو فروغ دے کر عوامی حمایت حاصل کرنے میں یقین رکھتی ہے۔ اس کا مقصد

(الف) عوامی مخالفت کے حق کو تسلیم کرنا اور عام طور پر شہری آزادی کا تحفظ کرنا۔ (ب) جمہوری اصولوں اور فرد کے وقار کو تسلیم کرنا اور اس کی بنیاد پر چھوٹ چھات کی روک تھام کرنا، ذات اور فرقہ پرستی کا سدباب کرنا اور سماجی و اقتصادی مساوات میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کرنا ہے، (کمیشن رپورٹ ص ۶۰۵)

تنظیم کی قومی مجلس عاملہ نے اصلاح پسند بوہروں کی درخواست منظور کر لی، دہلی ۱۳، اگست ۱۹۷۷ء کی میٹنگ میں ایک کمیٹی مقرر کی گئی جسے ارکان شامل کرنے کے اختیارات دئے گئے اور تحقیقات کی شرائط کی گئیں، کمیٹی کو ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ غیر جانب داری سے چھان بین کر کے رپورٹ پیش کرے کہ سربراہ اعلیٰ کے نام پر داؤدی بوہرہ فرقہ کے اصلاح پسند ممبروں کے ساتھ انسانی حقوق کی مبینہ خلاف ورزی ہوتی ہے کمیشن مندرجہ ذیل ارکان پر مشتمل تھا:

شری این ناتھوانی، چیئرمین، بمبئی ہائی کورٹ کے سابق جج اور اس وقت کے لوک سبھا کے ممبر، ڈاکٹر مس آلود ستور ممبر، بمبئی یونیورسٹی پولیٹیکل سائنس کی سابق صدر اور سیٹیزنز فار ڈیموکریسی کے جنرل سیکریٹری ڈاکٹر عالم خوند میری ممبر شعبہ فلسفہ، عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد، ڈاکٹر معین شاکر ممبر شعبہ پولیٹیکل سائنس مرٹھوارہ

یونیورسٹی اورنگ آباد سی، ٹی دارو سیکریٹری ریڈیکل ہومانٹ ایسوسی ایشن کے جنرل سیکریٹری۔
باقاعدہ غورو خوش کے بعد کمیٹی نے ایک سوالنامہ تیار کیا اور اسے ایک خط کے ساتھ انگریزی اور گجراتی زبانوں میں داؤدی بوہرہ فرقوں کے تمام گروہوں میں تقسیم کیا، کمیشن کی تقرری کے فوراً بعد اس کے خلاف ”سربراہ اعلیٰ گروپ“ نے کافی شور و غل کیا، انہوں نے کمیشن کے کام میں رخنہ دالنے کے لئے باقاعدہ مہم شروع کر دی، مختلف مقامات پر جہاں بوہروں کی آبادی زیادہ ہے کمیشن کے خلاف مظاہرے کرائے گئے، ریاستی سرکار سے مانگ کی گئی کہ کمیشن کی سرگرمیوں پر پابندی عائد کی جائے، بوہرہ فرقہ کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ ”سی“ ایف ڈی“ ان کے مذہبی عقیدہ اور مسلک میں مداخلت کر رہی ہے اس لئے بانکاکٹ اور مخالفت کی مستوجب ہے۔

کمیشن کے خلاف پروپیگنڈہ مہم ترتیب دینے کے لئے دو ایمر جنسی کے بدنام چیف سنسر جے، ڈی پنہا کی خدمات حاصل کی گئیں، کمیشن کی طرف سے وضاحت کی گئی کہ کمیشن داؤدی بوہرہ فرقہ کے عقائد کے متعلق تحقیق نہیں کریگا۔ وہ صرف یہ جائزہ لے گا کہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے الزامات درست ہیں یا نہیں، وضاحت میں یہ بات زور

دے کر کہی گئی تھی کہ مذہبی آزادی کے ایجنسیوں کو ضمیر کی آزادی اور فرقے کے لوگوں کی آزادی اظہار اور برسر اقتدار طبقہ کے طریقہ کار پر نکتہ چینی یا تنقید کے حق ہی کو کچل دیا جائے۔
ملاچی (داؤسی بوہری فرقہ کے سربراہ اعلیٰ کا لایک لقب) کے حامیوں نے دیگر مسلمانوں کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہوئے، ملاچی نے کمیشن کے خلاف اپنے پیر و کاروں کو ”جماد“ پر آمادہ کیا، میٹنگ سے ایک دن پہلے کچھ غنڈوں نے بمبئی میں چیئرمین کے مکان پر حملہ کیا اور دروازہ توڑ دیا، میٹنگ کے دن اس جگہ کو گھیرنے کی کوشش کی گئی۔

ہجوم کو تشدد پر آمادہ دیکھ کر پولیس کو اتنا ہی اقدامات کرنے پڑے اس کے باوجود کمیشن کے چیئرمین سیکریٹری اور دیگر ارکان کو بہت سے تار اور خطوط ملے جن میں کمیشن کی تقرری کا خیر مقدم کیا گیا، اور مکمل تعاون کی یقین دہانی کرائی گئی، کچھ افراد نے یہ خواہش ظاہر کی کہ ان کے نام صیغہ راز میں رکھے جائیں، لیکن زیادہ تر لوگوں نے کھل کر جواب دیا تھا، کمیشن کی آٹھ میٹنگیں ہوئیں۔

ملا صاحب اور ان کے حامیوں کے بانکاکٹ کے باوجود ۱۰۷۵ افراد نے جوہلات ارسال کئے، کمیشن نے تحریری حوالوں اور زبانی دستاویزی شہادت کا بڑی احتیاط سے جائزہ لیا۔ کمیشن کا خیال ہے کہ سامنے کی گئی

شہادتیں کافی اور ٹھوس ہیں، مخالفین اس کی تردید کرنے کی پوزیشن میں نہیں۔

سیدنا کا قادر مطلق ہونے کا دعویٰ

بمبئی میں چاند اٹھائی کا مقبرہ اور ایک گلا (ایک صندوق جس میں چڑھاوے ڈالے جاتے ہیں) بھی ہے بدری محل جو کہ ایک شاندار عمارت اور بمبئی کے بارونق بازار میں واقع ہے نیز گلا کی رقم سے خریدی گئیں چار۔ منقولہ جائیدادیں جنہیں ملاچی بلا استحقاق نجی مقاصد کے لئے استعمال کرتے تھے، ایک شخص ابراہیم آدم جی اور کچھ دوسرے لوگوں نے محسوس کیا کہ یہ نہایت نامناسب بات ہے کہ گلے میں آنے والی رقوم اور ان سے خریدی گئی جائیدادیں ملا صاحب اپنے اور اپنے خاندان کے لئے مخصوص کر لیں، ابراہیم جی وغیرہ نے اسکیم تیار کی کہ ایک ٹرسٹ قائم کر دیا جائے اور یہ سب جائیدادیں اس کے حوالے کر دی جائیں، اس وقت کے سربراہ اعلیٰ طاہر سیف الدین نے دعویٰ کیا کہ انہیں فرقہ کے تمام افراد کی جان و مال میں جن میں خیراتی اور عمومی فنڈ شامل ہیں اختیار کلی حاصل ہے، حیثیت داعی وہ کسی کو جواب دہ نہیں ہیں۔ بمبئی ہائی کورٹ میں ۱۹۶۷ء کو ایک مقدمہ دائر کیا گیا جس میں بہت سی دلچسپ باتیں سامنے آئیں۔

”سماعت کے ابتدائی مراحل میں

مدعا علیہ کے وکیل نے یہ دلیل پیش کی کہ ملاچی صاحب خدا ہیں یا عملاً خدا ہیں۔ اس لیے یہ مقدمہ ایک بے ادبی ہے۔ بعد میں یہ دعویٰ لیا گیا کہ ملاچی کو اگرچہ پیغمبر کا درجہ حاصل نہیں ہے، لیکن انہیں آنحضرت ﷺ کے اختیارات حاصل ہیں اور یہ کہ وہ ولی ہیں۔

مدعا علیہ کے گواہوں نے دعویٰ کیا کہ ملاچی امام غائب کے علاوہ کسی کو جواب دہ نہیں۔ وہ زمین پر اللہ کے نمائندہ ہیں۔ خطاؤں سے پاک اور معصوم ہیں۔ گواہوں نے مزید کہا کہ ان کے مذہب کی رو سے ملاچی فرقہ کے ہر فرد کے دماغ، جائیداد، جسم اور روح کے مالک ہیں۔ ان کے عقیدت مندوں کے لیے ضروری ہے کہ آنکھ بند کر کے ان کی پیروی کریں اور وہ کسی اقدام پر انگلی نہیں اٹھا سکتے۔ وہ اپنے پیر و کاروں سے کوئی بھی جائیداد، وقف یا نجی لے سکتے ہیں۔ ایک گواہ نے کہا کہ ملاچی فرقہ کے مالک و مختار ہیں۔ ہر چیز پر ملا کا حق ہے۔ ہم صرف ان کے مہتہ و شہی ہیں۔ یہ بھی دعویٰ کیا گیا کہ داعی مطلق امام کا نمائندہ ہے۔ اور امام کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے خدا کا نمائندہ ہے اور عوام کو اللہ کی رضا سے آگاہ کرتا ہے پس جس صورت سے امام معصوم ہے۔ داعی بھی معصوم ہے۔

جسٹس مارٹن نے اپنے فیصلے میں لکھا کہ یہ بات غلط ہے کہ ملا صاحب خدا کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ کہ موجودہ مقدمہ بے حرمی

باقی ص ۳۹ پر

سوال و جواب

س: مرد اور عورت کے رکوع میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟
ج: مرد اور عورت کے رکوع میں چند باتوں میں فرق ہے:
۱) مرد کو رکوع میں اتنا جھکنا چاہیے کہ سر پٹیٹھ اور سرین برابر ہو جائیں جبکہ عورت کو صرف اتنی مقدار میں جھکنا چاہیے کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں وہ پٹیٹھ سیدھی نہ کرے
(۲) مرد گھٹنے پر انگلیاں کھلی رکھے اور ہاتھ پر زور دیتے ہوئے مضبوطی کے ساتھ گھٹنوں کو بکرو اور عورت انگلیاں ملا کر ہاتھ گھٹنوں پر رکھ دے، ہاتھ پر زور نہ دے، پاؤں جھکے ہوئے رکھے، مردوں کی طرح خوب سیدھے نہ کرے۔

س: (۳) مرد اپنے بازوؤں کو پہلو سے بالکل الگ رکھے اور کھل کر رکوع کرے اور عورت اپنے بازوؤں کو پہلو سے خوب ملا کر اور جتنا برسکے سکے رکوع کرے
(شامی ۱/۳۶۰)
س: نامحرم عورتوں کو سلام کرنا یا ان کے سلام کا جواب دینا درست ہے یا نہیں؟
ج: نامحرم عورتوں کو سلام کرنا بہتر نہیں ہے اور اگر نامحرم عورت سلام کرے تو دل ہی دل میں جواب دے دے زبان سے جواب نہ دے، ہاں عورت اگر بوڑھی ہے تو زبان سے بھی جواب دے سکتی ہیں۔
(شامی ۵/۲۶۰-۲۶۱)
س: ایک شخص نے سافت قصر

کا سفر کیا اور ایک جگہ پندرہ دن سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کی اور نمازوں کا اہتمام کرنے لگا پھر ٹھہرے ہوئے دس دن بھی نہیں ہوئے تھے کہ وہاں سے گھر واپسی کا ارادہ کر لیا۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ قصر کرنا سفر کی شروعات سے شروع کرے یا نیت کرتے ہی شروع کرے؟

ج: شرعاً یہ شخص اس جگہ مقیم ہو گیا تھا لہذا جب تک سفر شروع کر کے مسافر شرعی نہ بن جائے اس وقت تک صرف نیت ہدف سے وطن اتانت باطل نہ ہوگا اور سفر سے پہلے قصر کی اجازت نہ ہوگی ولہذا یصیر المسافر مقیماً بمجرد النیة ولا یصیر المقیم مسافراً بالنیة الا بالسفر بعد ایہ کتاب الزکاة ۱/۱۸۷)
س: شوہر اپنی بیوی کو قبر میں اتارنے کے لیے اتر سکتا ہے یا نہیں؟
ج: عورت کے مرنے کے بعد شوہر اس کے حق میں اجنبی کے طور پر ہو جائیگی عزیز نے ایسا ہی کیا اور

اللہ کی نعمتیں

چقدر

بے پناہ غذائی اور دوائی افادیت کی حامل یہ سستی سبزی کینسر کا بھی موثر علاج ہے

چند ہی روز میں صحت یاب ہو گئے۔

ہمارے ایک عزیز پچھلے دنوں خاصے بیمار رہے علالت سے نجات پائی تو نقاہت اور کمزوری نے آلیا ان کی میز پر طرح طرح کے ٹانگ اور دنا منز کی گولیاں بچنے لگیں ایسے میں کراچی سے ایک بزرگ آئے انہوں نے دیکھتے ہی کہا: بے خوردار! تم یہ سارے دنا من کھانے کے بعد بھی اپنے کو نانا تو ان ہی تصور کرو گے کیا تمہیں ارشاد نبوی ﷺ یاد نہیں۔ حضرت ام المومنین سے روایت ہے کہ ان کے گھر پیارے نبی ﷺ تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ حضرت علیؓ بھی تھے گھر میں کھجور کے خوشے لٹک رہے تھے جو آپ کی خدمت اقدس میں پیش کیے گئے آپ نے جی بھر کر نوش جان کیے پھر رسول پاک نے حضرت علیؓ سے فرمایا: تم اب زیادہ نہ کھاؤ ابھی ہماری سے اٹھنے کی وجہ سے کمزور ہو: پھر میں نے ان کے لیے جو کی روٹی اور چقدر کا سالن پکایا۔ اس پر آپ نے فرمایا ہاں علیؓ! تم اس میں سے کھاؤ کہ یہ تمہارے لیے مفید ہے۔

ان بزرگ نے کہا تم بھی اپنی روزانہ کی غذا میں چقدر شامل کر لو۔ انشاء اللہ جسمانی کمزوری دور ہو جائیگی عزیز نے ایسا ہی کیا اور

پانی پھینک دیتی ہیں تاکہ اس کا کھار اپن دور ہو جائے اس طرح سالن تو مزے کا بتاتا ہے مگر غذائیت کم ہو جاتی ہے۔

حضرت سل بن سعد سے روایت ہے کہ مسجد نبوی کے دروازے پر ہر جمعہ ایک بوڑھی خاتون چقدر اور جو کی دیگ تیار کر کے لاتیں اس کو خوب گھوٹ کر ہریسے کی مانند کر لیتیں۔ جمعے کی نماز پڑھ کر لوگ ان کے پاس جاتے سلام کرتے اور خوشی خوشی چقدر اور جو کا پکوان کھاتے۔ (بخاری۔ مسلم)

یواسیر جوڑوں کے درد سرد اور پرانی قبض کے لیے بھی چقدر بہت مفید ہے ایک درمیان چقدر پتوں سمیت کاٹ کر ڈیڑھ دو کپ پانی میں لبال اور چھان کر ایک پیالی نماز نہ پینے سے فائدہ ہوتا ہے صرف چقدر کاٹ کر لبال کر اس کا پانی پیالی بھر پینا بھی مفید ہے اس سے پرانی سے پرانی قبض دور ہو جاتی ہے اور یواسیر کی شدت میں کمی آجاتی ہے۔

بال خورہ کھے لیے

اس مرض میں بال اڑ جاتے ہیں چقدر کے نرم و نازک پتوں کا رس نکال لیجئے اور بال خورے پر دن میں تین مرتبہ لگائیے بال نکل آئیگی۔

چقدر ایک مفید سبزی ہے پاکستان بھارت یورپ اور شمالی افریقہ میں کثرت سے کاشت کی جاتی ہے یورپ میں چقدر سے چینی تیار کی جاتی ہے ایران میں چقدر کا گرم گرم رس شوق سے پیا جاتا ہے اس میں حیاتین ب اور ج کے علاوہ کیشیم فاسفورس اور فولاد پایا جاتا

چقدر ایک مفید سبزی ہے پاکستان بھارت یورپ اور شمالی افریقہ میں کثرت سے کاشت کی جاتی ہے یورپ میں چقدر سے چینی تیار کی جاتی ہے ایران میں چقدر کا گرم گرم رس شوق سے پیا جاتا ہے اس میں حیاتین ب اور ج کے علاوہ کیشیم فاسفورس اور فولاد پایا جاتا ہے مغربی ممالک میں چقدر ایک کثیر الغوائد سبزی شمار ہوتی ہے جو غذائیت سے بھر پور ہونے کے ساتھ ساتھ دور جدید کی مسلک بیماری کینسر کو بھی روکتی ہے۔ فرانس کے معالج اپنے مریضوں کو ایک کلو چقدر روز کھانے کا مشورہ دیتے ہیں آئر لینڈ کے ساحلی علاقوں میں اس کے پتے بہت پسند کیے جاتے ہیں پتوں کے ڈنٹھلوں کو ساگ کی طرح پکا کر کھایا جاتا ہے چقدر میٹھا ہوتا ہے اس لیے شوگر کے مریضوں کو نہیں کھانا چاہیے۔

سو گرام چقدر میں تینتالیس حرارے ایک گرام پر دین سات گرام نشاستہ اور دو گرام ریشہ پایا جاتا ہے اس کی کھانڈ بھی بنتی ہے۔ یہ قبض کشا سبزی ہے درم دور کرتی اور گیس تحلیل کرتی ہے جسم کو غذائیت بخشتی ہے عام طور پر خواتین چقدر کو لبال کر اس کا

ہے۔ مغربی ممالک میں چندر ایک کثیر الفوائد سبزی شکر کی جاتی ہے جو غذائیت سے بھر پور ہونے کے ساتھ ساتھ دور جدید کی مملکت ہمداری کینسر کو بھی روکتی ہے فرانس کے معالج اپنے مریضوں کو ایک کلو چندر روز کھانے کا مشورہ دیتے ہیں آئر لینڈ کے ساحلی علاقوں میں اس کے پتے بہت پسند کیے جاتے ہیں چوں کے ڈنٹلوں کو ساگ کی طرح پکا کر کھایا جاتا ہے اس لیے شوگر کے مریضوں کو نہیں کھانا چاہیے۔

بھی ٹھیک ہو جاتا ہے اس کے علاوہ دماغ ہماری رہتا ہو، کینٹی میں جکزن سر میں درد ہو تو ایک درمیانی چندر لیجے اور ہلکا سا تیل کر تیلے کر کے اور نرم نرم پتے کاٹ کر ایک گلاس پانی میں بالیے تین چار جوش آنے پر اتار لیجے حسب ذائقہ چینی نمک ملا کر تیلے کھائیے اور پانی پیجے چندر نش فائدہ دوگلا۔

چندر کے پتے ڈال اور ایک چندر کاٹ کر پانی میں خوب جوش دیجیے اور اس سے بال دھویئے جو تیس آئندہ نہیں ہو گی ایک ماہ مسلسل بالوں میں یہی عمل دہرائیے۔

چندر کو پانی میں بال کر منہ دھونے یا منہ پر روئی سے یہ پانی لگا کر پانچ منٹ بعد منہ دھونے سے فائدہ ہوتا ہے اس کے مسلسل استعمال سے داغ دور ہو جاتے ہیں۔

ایک چندر چوں سمیت پانی میں بال کر سر پر خوب ملے آدھے گھنٹے بعد سر دھو لیجئے ہفتے میں دوبارہ یہ عمل کیجئے اس سے خشکی دور ہو جائے گی۔

چندر کے پتے ڈال اور ایک چندر کاٹ کر پانی میں خوب جوش دیجیے اور اس سے بال دھویئے جو تیس آئندہ نہیں ہو گی ایک ماہ مسلسل بالوں میں یہی عمل دہرائیے۔

چندر لے کر دھو لیجئے چوں سمیت ان کا ایک کلو پانی نکالے اسی طرح ارٹو کے پتوں کا پانی آدھ کلو نکال لیجئے اب تلوں کا تیل ڈیڑھ کلو لیجئے اور اس میں یہ پانی ملا کر ہلکی آٹھ پر پکائیے جب پانی خشک ہو جائے تو اتار کر کپڑے سے چھان کر رکھے جوڑوں پر مالش کرنے سے ورم آہستہ آہستہ تحلیل ہو جاتا ہے اور درد کو آرام آتا ہے۔

پہلی کے درد میں بھی اس تیل کی مالش آرام دہتی ہے کان میں دانہ پھنسی ہو درد رہتا ہو تو اس تیل کے دو چار قطرے کان میں ڈالنے سے آرام آجاتا ہے دن میں تین بار ڈالیے۔

چندر گوشت آدھ کلو گوشت میں ایک کلو چندر کاٹ کر نرم پتوں سمیت پکائیے گوشت بھون کر چندر ڈال دیجیے پک جانے پر ہر ادھیا گرم سالہ ڈال دیجیے تو نائی خش سالن تیار ہے۔

چندر قیہ آدھ کلو قیہ بھون کر اس میں آدھ کلو چندر پتوں سمیت ڈالیے اور بھون کر اتار لیجئے سب گھروں میں گوشت قیہ بنتا ہے اپنے طریقے سے آپ بنا سکتی ہیں۔

چندر کی سلاہ ایک درمیانی چندر کاٹ کر اسے معمولی سے پانی میں لبال لیجئے اور اس کے گول کلوے کاٹ کر نمک کالی مرچ کا لازیرہ پسا ہوا چمڑک دیجیے آپ اس میں ایلے مٹر اور ہر ادھیا بھی ملا سکتی ہیں۔

چندر کا لذیذ حلوہ

ایک کلو چندر چھیل کر کدو کش کر لیجئے دودھ آدھ کلو کھویا ڈھائی سو گرام گھی پستہ اور بادام حسب ضرورت چینی ایک پاؤ۔ دودھ میں چندر پکائیے دودھ خشک ہونے پر چینی ملا دیجیے اور ایک چمچ گھی ڈال کر بھون لیجئے اب اس میں پستہ بادام کاٹ کر ملائیے چندر کا لذیذ مقوی حلوہ تیار ہے۔

☆ چوں کو سنت طریقے پر چلنے چلانے کا شوق پیدا کرے۔ ☆ چوں کے سامنے ایک بات کو کم از کم تین مرتبہ کہے چوں کے سامنے آسان الفاظ کی بھی تشریح کرے کیونکہ جو الفاظ آسان ہیں وہ بھی چوں کے لیے مشکل ہیں۔ ☆ چوں کو کہانیاں سننے کا بھی شوق ہوتا ہے اس لیے کبھی کبھی بہادری اور شجاعت اور سبق آموز واقعات بھی سناوے۔

☆ معاشرت اور سب سے بڑھ کر غیبت سے اجتناب جیسی صفات کو اپنالو تو کل یہی خوبیاں تمھاری چھاتی سے رس رس کر تمھارے چوں کے معدوں میں پیو نہیں گی جو انشاء اللہ انسانیت کے سمیا ہونگے اور تم ملک و ملت بھمہ کائنات کی محسن ”ماں“ کہلاؤ گی، کاش کہ تم سمجھ سکو۔

☆ مترادف ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات مسلمانوں کے اس بنیادی عقیدہ کے خلاف ہے کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں۔ اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ دنیا کے تعلیم یافتہ لوگ اس بات سے واقف ہیں جسٹس مارٹن کہتے ہیں: ”یہ بات عمیاں ہے کہ جب ۱۳۹۰ء میں

داعی برہان الدن گدی نشین ہوئے تو اس وقت کافی قرض تھا۔ واضح ہے، کہ ان قرضوں کی وجہ سے دعوت کو کافی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔ یہ بڑی تکلیف دہ بات ہے کہ نبیوں (داعیوں) کے قرضے اٹارنے کے لیے ایسے اقدامات کیے گئے جو داعی کے شایان شان نہیں۔ ایک داؤدی بوہرہ عبدالطیب بھی قرض خواہ تھا اور وہ داعی کو حقیقتاً جیل بھجانے کے درپے تھا لیکن اس وقت داعی نے ایک لفظ بھی ایسا نہیں کہا کہ وہ اپنے پیروکاروں کے جسم، روح اور جائیداد کے مالک ہیں۔ حالانکہ یہ دلیل پیش کرنے کا موزوں وقت وہی تھا۔“ (کمیشن رپورٹ صفحہ ۷۲۲ تا ۷۲۳)

☆ اس مقدمہ نے داعی کی خود ساختہ روحانیت کا لبادہ اتار دیا۔ وہ مذہبی رہنما تو برقرار رہا لیکن جو شاہانہ تاج وہ پہننا چاہتا تھا اس سے محروم رہا اور اس کا مرتبہ ایک فانی انسان کا مرتبہ ہو گیا۔ لیکن کیا وہ اپنے اس مقام اور مرتبے سے مطمئن تھا؟ ملاجی نے خدا ”صاحب خدا“ نائب رسول اور نمائندہ امام کی مسند پر بیٹھنے کے لیے کیسے انسانیت سوز ہتھکنڈے استعمال کئے۔

☆ بقیہ شرک سے بچنے شرک قطعاً ناقابل معافی جرم ہے اور ہر شرک کے لیے جہنم میں جھونکے جانے کا قطعی فیصلہ ہو چکا ہے خود رسول اللہ ﷺ اور سب ایمان والوں کو یہ حکم سنایا گیا کہ خبردار

کسی مشرک کے لیے اللہ سے مغفرت اور بخشش کی دعا بھی نہ کرنا کیوں کہ اللہ تعالیٰ ان ظالموں تپا کوں کے حق میں بخشش کی دعا بھی نہیں سننا چاہتا اس سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ شرک اللہ کے نزدیک نہایت ہی بدتر اور نجس ہے جس کی کوئی تلافی نہیں۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہمیں شرک کے تمام اثرات سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

حقیقہ: سوال جواب

حکم میں ہے کہ بڑے کی آڑ کے بغیر اس کو چھو نہیں سکتا لیکن اس کا منہ دیکھنا جنازہ کو کن بھادینا اور قبر میں اس کا نماز پڑھنا جائز ہے۔ (شامی ۶۳۳)

سندیرہ (۱۶۶) س: اگر کسی شخص کی سوتیلی والدہ نادار ہوں تو ان کی مدد نہ کرنا کی رتم سے کرنا کیسا ہے نہ کو تو ادا ہو جائیگی یا نہیں؟

ج: صورت مسؤلہ میں سوتیلی والدہ (والد کی منکو صہ) کو نہ کو تو ادا دینا جائز ہے۔ (شامی ۲/۶۹)

س: بعض لوگ جماعت شہر سے ہونے اور امام کے اپنی جگہ پر پہنچنے سے پہلے ہی کھڑے ہو جاتے ہیں اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟

ج: ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (طنطاوی ص ۱۱۶)